CHILDREN'S BOOK TRUST
NEW DELHI
ہندوستان
کی
کہانیاں
مصنف
النی سارابھائی

ہندوستان
کی
کہانیاں

مصنف : مرنالنی سارابھائی

مترجم : راشد انور راشد

چلڈرن بک ٹرسٹ ☆ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ☆ بچوں کا ادبی ٹرسٹ

مرینالینی سارا بھائی ہندوستان کی ممتاز رقاصوں اور میر رقص میں سے ایک ہیں۔ وہ احمد آباد و گجرات میں 'درپنا اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹس' کی بانی ڈائرکٹر ہیں۔ وہ سینٹرل ناٹک اکیڈمی کی ایک فیلو ہیں۔ انھیں ممتاز قومی اور بین الاقوامی ایوارڈس پیش کیے جاچکے ہیں۔ مرینالینی سارا بھائی رقص، تھیٹر اور متعلقہ مضامین کی کتب تصنیف کرچکی ہیں جن میں چند بچوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔

پہلا انگریزی ایڈیشن : 1996

پہلا اُردو ایڈیشن : مارچ 2001

تعداد اشاعت : 3000

قیمت : 55.00 روپے

This Urdu edition is published by the National Council for Promotion of Urdu Language, M/o Human Resource Development, Department of Education, Govt. of India West Block-I, R.K. Puram, New Delhi, by special arrangement with Children's Book Trust and Bachchon Ka Adabi Trust, New Delhi and printed at Indraprastha Press (CBT), New Delhi.

فہرست

تخلیق

جب دنیا نہیں بنی تھی۔ جنت میں حیرت انگیز لوگوں کی ایک بڑی جماعت رہتی تھی، جسے ہم بہشتی کہیں گے۔ وہ آسمانوں میں اڑ سکتے تھے، وہ زمین پر چل سکتے تھے۔ انہیں خوف یا غصّے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ انہیں ہر مطلوبہ شئے دستیاب تھی۔ اس لیے انہوں نے آپس میں جھگڑنا اور لڑنا شروع کیا کیوں کہ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور بہتر شغل نہیں تھا۔ تبھی اسی وقت عظیم خدا نے جو تمام مخلوق کا خالق ہے، فیصلہ کیا کہ تمام شیطانیاں ضرور ختم ہونی چاہیں۔ اس نے چاروں طرف دیکھا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کون اچھا ہے اور وہ کس کی حفاظت کر سکتا ہے۔

اتفاق سے اس عہد میں زمین پر منو نام کا ایک عظیم رشی رہا کرتا تھا۔ وہ ایک ندی کے کنارے رہتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے جب وہ پرارتھنا کر رہا تھا۔ اس نے ایک آواز سنی جو اسے بلا رہی تھی۔ اس نے آس پاس دیکھا۔ لیکن کوئی اسے دکھائی نہیں دیا۔ اس نے اوپر جنت کی طرف دیکھا، وہاں نیلے آسمانوں کو دیکھا جہاں تک نگاہیں دیکھ سکتی تھیں۔ لہذا وہ اپنی پرارتھنا میں مشغول ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر آواز آئی...... "میری مدد کرو۔ اے رشی! میں بہت بڑی مصیبت میں ہوں"۔

اس مرتبہ منو نے ندی کے پانیوں میں دیکھا تو وہاں ایک چھوٹی سی مچھلی پر نظر پڑی۔ وہ اس کے قریب گیا اور بولا...... "چھوٹی مچھلی! کیا تم مجھے آواز دے رہی تھی؟ میں کس طرح تمہاری مدد کر سکتا ہوں"۔

"بہت اچھی طرح"۔ مچھلی نے کہا۔ "میں خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ بڑی مچھلیاں تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہیں اور اگر میں یہاں زیادہ دیر تک رکی رہی تو میں بھی کھالی جاؤں گی۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ تم مجھے یہاں سے لے جاؤ"۔

منو کا دل بھر آیا۔ اس نے پیالے کی صورت میں اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالا اور مچھلی اس دائرے میں تیرنے لگی۔ تب وہ گھر گیا اور اسے ایک چھوٹے سے مٹی کے گھڑے میں رکھ دیا۔ ہر روز وہ اس کے لیے غذا فراہم کرتا اور ہمہ وقت اس کی دیکھ ریکھ کرتا کیوں کہ وہ بہت چھوٹی تھی۔ چھوٹی مچھلی بہت اچھی طرح پلنے لگی اور جلد ہی وہ اتنی بڑی ہو گئی کہ منو نے اسے گھڑے سے نکال کر ایک تالاب میں منتقل کر دیا۔ بہت جلد تالاب بھی مچھلی کے لیے

چھوٹا پڑ گیا۔ وہ لگاتار بڑھتی چلی گئی۔

اس وقت منو کو یہ انکشاف ہو گیا کہ یہ مچھلی کوئی معمولی مچھلی نہیں ہے۔ لیکن ان دنوں میں ہر طرح کی عجیب و غریب چیزیں رونما ہوتی تھیں۔ اس لیے وہ خاموشی کے ساتھ اس کے لیے غذا مہیا کرتا رہا اور اس کی نگرانی میں مصروف رہا۔ یہ چیزیں روز کا معمول بن گئی تھیں۔

جب مچھلی تالاب کے لیے بہت زیادہ بڑی ہو گئی تو منو اسے گنگا ندی میں لے گیا جو کہ ایک مقدس ندی تھی اور جہاں کسی مچھلی کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود مچھلی مطمئن نہیں تھی۔ "پالنہار"۔ اس نے منو سے کہا۔ "تم میرے لیے بہت مہربان رہے ہو۔ میں ندی میں بہت گھٹن محسوس کرتی ہوں۔ یہ میرے وسیع جسامت کے لیے بہت چھوٹا ہے۔ میں التجا کرتی ہوں کہ تم مجھے سمندر میں لے چلو"۔

حالاں کہ مچھلی منو سے بہت زیادہ بڑی تھی لیکن منو نے جیسے ہی اسے سنبھالا وہ ایک پَر کی مانند ہلکی ہو گئی اور چودھویں کے چاند کی سنہری کرن کی طرح حسین ہو گئی اور منو کو اسے سمندر تک لے جانے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔

جب وہ سمندر تک پہنچ گئے۔ مچھلی مسکرائی اور اس نے کہا "تم نے بہت دیکھ بھال اور پیار سے میری حفاظت کی ہے۔ جو میں کہتی ہوں، اسے غور سے سنو! تمام اشیاء کے خاتمے کا وقت قریب آ گیا ہے اور تمام زندہ مخلوق نیست و نابود ہو جائے گی۔ ویسا ہی کرو جیسا میں تمہیں کہتی ہوں اور اس طرح تم محفوظ رہو گے۔ خود سے ایک مضبوط جہاز تیار کرو اور ایک لمبی سی رسی سے اچھی طرح کس دو۔ تمام چرند پرند، تمام قسموں اور دانوں کو اکٹھا کرو اور انہیں اپنے ساتھ جہاز میں لے جاؤ۔ جیسے ہی پانی دنیا کے کنارے کو توڑے جہاز میں سوار ہو جاؤ اور میرا انتظار کرو۔

منو نے ویسا ہی کیا جیسا اسے کہا گیا تھا۔ جب اس نے پانی کے خوف ناک شور کو سنا وہ جہاز میں سوار ہو گیا اور اسے لہروں کے حوالے کر دیا۔

تند لہروں نے ساری دنیا کو ڈھک لیا۔ منو نے جہاں بھی نگاہ دوڑائی۔ اسے پانی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا۔ سمندری لہریں ہواؤں میں کافی اونچائی تک اٹھتیں۔ اس کا شور اتنا زبردست تھا کہ پہاڑ تھرّا گئے اور وادیاں گھونجنے لگیں۔ چھوٹا سا جہاز ان لہروں میں سمانے لگا۔ منو مچھلی کا انتظار کرنے لگا۔

اچانک اس نے دیکھا کہ سمندر کے بیچ میں دو بڑی سینگیں نمودار ہوئیں۔ وہ مچھلی تھی۔ منو نے فوراً رسی اس کے سینگوں کی طرف پھینک دی اور کشتی کو محفوظ کر لیا۔ مچھلی نے جہاز کو وسیع سمندر میں آگے بڑھایا اور تیزی کے ساتھ لہروں کی مخالف سمت میں تیرتی رہی۔

ہنوز اس وقت تک آس پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ صرف پانی کی دھار دار لہریں تھیں۔ مچھلی کے ذریعے جہاز ڈوبتا ابھرتا رہا اور آخر کار ایک دن افق پر ایک چھوٹی سی چوٹی دکھائی پڑی۔ یہ کوئی اور نہیں بلکہ ہندوستان کے پہاڑوں کی سب سے زیادہ بلند چوٹی تھی جو اتنی اونچی ہو گئی تھی کہ تقریباً نیلے آسمان کو اس نے چھو لیا تھا۔

جب وہ چوٹی کے قریب سے گزرے، مچھلی رکی۔ اس نے کہا "منو اپنے جہاز کو اس درخت سے باندھ دو"۔

منو نے اپنے جہاز کو اس درخت سے باندھ دیا جو پہاڑ کی ڈھلان پر بلندی کے ساتھ کھڑا تھا۔ جیسے ہی اس نے ایسا کیا خوبصورت نغمے فضاؤں میں شامل ہو گئے اور جنت سے پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ منو نے سر جھکا دیا کیوں کہ وہ جان گیا تھا کہ مچھلی کوئی اور نہیں بلکہ خود بھگوان ہے۔ اور پھر جنت سے ایک آواز آئی۔

"منو...... تم ساری انسانیت کے باپ بنو گے۔ تمہارے ذریعے آدمی ایک بار پھر پیدا ہوگا اور تمام لوگ تمہارے نام ہی رکھیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم سب منش کہلاتے ہیں۔ انگریزی میں ترجمہ کیا گیا لفظ "مین" منو سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔

امرت منتھن

دور بہت دور، "میرو" نام کا ایک سنہرا پہاڑ ہے۔ یہ وہ پہاڑ ہے جو میرو کہلاتا ہے۔ جہاں دیوتا ملاقات کے لیے جمع ہوتے جب بھی انہیں کسی صلاح مشورہ کی ضرورت ہوتی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ دنیا دو قسم کے لوگوں۔ دیوتاؤں۔ راکھشسوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کے لیے پیہم لڑتے رہتے تھے۔ انہوں نے "امرت" کے متعلق سن رکھا تھا جسے پینے کے بعد انسان امر ہو جاتا ہے۔ جس کسی نے بھی اس کو پیا وہ اب کبھی بوڑھا نہیں ہو گا۔

امرت ایک چھوٹے سے گھڑے میں سمندر کی تہہ میں رکھا تھا۔ دیوتا اور راکشس سمندر کو متھنا چاہتے تھے تاکہ اسے حاصل کیا جا سکے۔ وہ ایک نتیجے پر پہنچے۔ انہوں نے ایک اژدہے واسوکی کو بلایا جو کہ تمام اژدہوں میں سب سے زیادہ طاقت ور تھا اور اس سے کہا کہ سمندر متھنے میں مدد کرے۔

پھر انہوں نے ایک وسیع پہاڑ اُکھیڑ ڈالا اور سمندر کے ساحلوں سے مخاطب ہوئے۔ "اے سمندر" انہوں نے کہا۔ "ہم یہاں تمہیں متھنے آئے ہیں تاکہ امر ہونے کا مشروب حاصل ہو جائے"۔

"ایسا ہی ہو گا"۔ سمندر نے جواب دیا۔

اگلے روز وہ کچھوے کے بادشاہ کے پاس گئے اور کہا "راجہ! تمہیں ہماری مدد ضرور کرنی چاہیے۔ اگر ہم سمندر میں پہاڑ کو رکھ کر دیتے ہیں تو یہ ڈوب جائے گا۔ لیکن اگر ہم اسے آپ کی پیٹھ پر رکھ دیں تو ہم سمندر کے متھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور امرت حاصل کر لیں گے"۔ کچھوا راجہ راضی ہو گیا۔ وہ سمندر کی تہہ تک گیا اور پہاڑ کو اس کی پیٹھ پر رکھ دیا گیا۔

واسوکی نے پہاڑ کو چاروں طرف سے لپیٹ لیا۔ دیوتاؤں نے اس کی دُم پکڑی اور راکشسوں نے اس کا سر پکڑ لیا۔ اس طرح انہوں نے سمندر کو متھ دیا۔

جیسے ہی انہوں نے سمندر کو متھا ایک بھیانک دہاڑ سنائی دی جسے سن کر پہاڑ پھٹ پڑے، درخت گر گئے، آگ لگنے لگی اور جنگلی جانور بدحواسی میں ادھر اُدھر بھاگتے دیکھے جا سکتے تھے۔ چند لمحوں کے بعد سمندر سے چاند نمودار ہوا۔ نیلا اور دیکھنے میں خوبصورت اور اس نے آسمان میں اپنی جگہ لے لی۔

اس کے بعد ایک خوبصورت عورت آئی۔ وہ بلا کی حسین اور پر کشش تھی کہ دیوتاؤں اور راکشسوں کے لیے اس کی خوبصورتی کی تاب لانا مشکل ہو گیا۔ ایشور نے خود اس کو جنت کے ایک محل میں ساری دنیا کے جنم داتا کے طور پر رکھا۔

عورت کے ساتھ ساتھ ایک سفید خوبصورت گھوڑا تھا اور گہنے ایسے تھے جیسے پہلے کبھی دیکھنے کو نہیں ملے۔ یہ سبھی دیوتاؤں کے درمیان تقسیم کیے گئے۔ جب امرت ایک سفید برتن میں آیا تو راکشسوں نے اس پہ قبضہ جما لیا اور کہا "تم نے ساری چیزیں لے لی ہیں۔ یہ ضرور ہمارا ہونا چاہیے"۔

دیوتا خوفزدہ ہو گئے۔ لہذا عظیم ایشور نے ایک خوبصورت رقاصہ بھیجی جس نے راکشسوں کے آگے نہایت خوبصورتی اور نفاست سے رقص کیا کہ وہ سبھی امرت کے بارے میں بھول گئے۔

جب رقاصہ غائب ہو گئی تو راکشسوں نے بڑی غضب ناک چیخ پکار کی کیوں کہ وہ یہ جان چکے تھے کہ انہیں دھوکا دیا گیا ہے۔ راکشسوں میں سے ایک راہو نے ایک دیوتا کا روپ اختیار کیا اور دوسرے دیوتاؤں کے پاس گیا تاکہ اس مشروب میں حصے دار بن سکے۔ لیکن

جیسے ہی اس نے ایک گھیر اگھونٹ لیا، اس کی شناخت ہو گئی اور اس سے قبل کہ وہ امرت کا ایک بوند بھی نگل پاتا اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

اس وقت سورج اور چاند نے یہ سارا منظر دیکھ لیا تھا اور انھوں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ کس طرح راہو نے دیوتاؤں کے درمیان چوری کی تھی۔ جب راہو کا سر کاٹ دیا گیا، یہ آسمان میں تیزی کے ساتھ بلند ہوا جس کے لیے اس نے امرت بھی پالیا تھا اور یہ امر ہو گیا۔ اور جب کوئی تم سے کہے کہ گرہن ہو گیا ہے، تو تم جان جاؤں گے کہ یہ راہو ہے جو سورج یا چاند کو نگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔
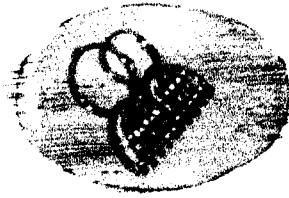
اُتنّکا کی گرو دکشنا

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب کہ ہندوستان کے عقل مند لوگ جنگل کی جھونپڑیوں میں رہتے تھے اور اپنا گھر گیلی مٹی اور پیال سے تیار کرتے تھے۔ ایسی ایک جھونپڑی میں اتنکا نام کا ایک چھوٹا سا لڑکا رہتا تھا۔

بہت سے سال گزر گئے وہ بڑا ہو گیا۔ جلد ہی اس نے وہ سبھی کچھ سیکھ لیا جو اس کے گرو سکھا سکتے تھے۔

ایک دن وہ اپنے گرو کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ "آدرنیہ گرو دیو! آپ نے ان سارے برسوں میں مجھے اتنا سکھایا اور اب تک میں نے آپ کو کچھ نہیں دیا۔ مجھے کسی ایسے تحفے کے بارے میں بتائیں جو میں آپ کو دے سکوں اور جس سے آپ کا دل خوش ہو جائے"۔

اس کے گرو نے کہا۔ "بالک مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ اپنی استانی کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو"۔

لہذا اُتنکا اپنی استانی کے پاس گیا اور اُن کے سامنے سر جھکا کر پوچھا کہ کیا کوئی ایسی چیز ہے جس کی اپ کو خواہش ہے؟

"ہاں"۔ اس نے جواب دیا۔ "مجھے طویل مدت سے ایک تمنا ہے کہ وہ بالیاں پہن سکوں، جو رانی پہنتی ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے میرے لیے حاصل کرو۔ چار دنوں میں ایک

تقریب ہونے والی ہے۔ میں انہیں اسی دن پہننا چاہتی ہوں۔ میرے لیے وہ بالیاں لاؤ، اور تب مجھے تمہاری سچی جاں نثاری کا علم ہوگا۔

یہ سننے کے بعد اُتنکا اداس ہوگیا۔ پھر بھی وہ جنگل سے ہوتا ہوا شہر کے لیے روانہ ہوگیا۔ جہاں وہ جانتا تھا کہ راجہ رہتا ہے۔ وہ بہت دور گیا جب اس نے دیکھا کہ ایک بڑا سا سانڈ اس کی جانب آرہا ہے۔ جب وہ قریب آیا تو اتنکا نے دیکھا کہ اس سانڈ کے اوپر بیٹھا ہوا آدمی اتنا بڑا ہے کہ وہ خوف سے پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اس آدمی نے کہا۔ "اتنکا۔ اسے پیو" اور اس نے ایک گندے پانی سے بھرا ہوا پیالا اس کے آگے بڑھایا۔ اتنکا نے اپنا سر گھمایا لیکن آدمی نے کہا۔ "پیو اتنکا! یہ تمہاری مدد کرے گا"۔

آخر کار وہ راجہ کے محل میں آگیا۔ وہ دلیری کے ساتھ اندر داخل ہوگیا اور اپنے رو کے جانے کی بالکل پرواہ نہیں کی، جب تک اس نے راجہ کو شاہی تخت پر بیٹھے دیکھ نہیں لیا۔ "عالی جناب"۔ سر جھکاتے ہوئے اتنکا نے کہا۔ "میں جنگل کے ایک ویران گوشے سے یہاں آیا ہوں جو یہاں سے بہت دور ہے۔ ہماری استانی کی خواہش ہے کہ رانی کے کان کی بالیاں وہ ایک تقریب کے موقعے پر پہنے اور اگر میں یہ ان کے لیے نہیں لے جاتا ہوں تو میں اپنے استاد کی نگاہوں میں اپنی وقعت کھو دوں گا۔

راجہ بچے پر مسکرایا۔ "تمہیں رانی سے ضرور پوچھنا چاہیے"۔ اس نے کہا "اس کے کمرے میں جاؤ اور دریافت کرو"۔

اتنکا رانی کے کمرے میں گیا لیکن وہ اسے تلاش نہیں کر سکا۔ وہ واپس راجہ کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ "عالی جناب! میں انہیں تلاش نہیں کر سکا"۔

راجہ نے کھڑے ہوئے اتنکا کو دیکھا جس کے کپڑے گرد میں اٹے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ پاؤں گندے اور بدرنگ تھے۔ "اس حالت میں تم رانی کے پاس کیسے جاؤ گے؟" اس نے کہا۔

اتنکا کو ندامت محسوس ہوئی۔ دھونے اور صاف کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر وہ رانی کی تلاش میں گیا۔ اس مرتبہ اس نے رانی کو پالیا۔

رانی نے اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھایا اور اتنکا نے دیکھا کہ کان کی بالیاں اس کی ہتھیلی پر جگمگا

رہی ہیں۔ ''تم ایک اچھے لڑکے ہو اتنکا''۔اس نے کہا۔ ''میں خوشی خوشی اپنے کان کی بالیاں تمہیں دوں گی لیکن ہوشیار رہنا۔ یہ بالیاں طویل مدت سے اژدہے کہ راجہ کی نظر میں ہیں۔انہیں ہرگز نہ گنوانا''۔

اتنکا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور گھر کے لیے چل پڑا۔ شام کا دھندلکا پھیلنے لگا تھا اور وہ تھک گیا تھا۔ وہ ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے لگا اور اس نے اپنے پاس بالیوں کو زمین پر رکھ دیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک ہاتھ نے بالیاں جھپٹ لیں اور غائب ہو گیا۔ وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور عین وقت پر گھوم کے دیکھا کہ ایک آدمی شکستہ حال جنگل کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اتنکا اس کے پیچھے تیزی سے دوڑا۔ تب اچانک آدمی ایک سانپ میں تبدیل ہو گیا جو زمین کے ایک سوراخ میں تیزی سے گھس گیا۔

اتنکا بہت پریشان ہو گیا۔اس نے بہت کوشش کی لیکن وہ اس چھوٹے سے سوراخ میں جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی قسمت کو کوسنے کے لیے بیٹھ گیا۔ تبھی ایک بوڑھا آدمی اس کے سامنے آیا۔

''میرے بچے پریشان نہ ہو''۔اس نے کہا ''میں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں''۔ وہ جب بولتا تو ایک عجیب سی روشنی اور بجلی سے ساری دھرتی اس کی قوت سے تھرانے لگتی۔ تبھی سب کچھ خاموش ہو گیا لیکن جہاں اتنکا کھڑا تھا وہاں ایک بڑا سا سوراخ زمین میں ہو گیا۔

اتنکا اُس سوراخ سے داخل ہوا اور اپنے آپ کو اس نے ناگ راج کی راجدھانی میں پایا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور دو عورتوں کے پاس آیا جو ایک کپڑے کا ٹکڑا بن رہی تھیں۔ اس نے ان سے ناگ راج کے محل کے بارے میں پوچھا۔انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی اور سوت کاتنے میں مصروف ہو گئیں۔اس نے دیکھا کہ ان کے کپڑے کالے اور سفید دھاگوں سے بنے تھے۔

اس کے بعد وہ ایک پہیئے کے نزدیک آیا جس میں بارہ کمانیاں لگی تھیں۔ چھ لڑکے پہیئے کو چاروں طرف گھمارہے تھے۔ ''تم کیا کر رہے ہو؟'' اس نے لڑکوں سے پوچھا۔انہوں نے جواب نہیں دیا اور اپنا کام کرنے لگے۔ تب وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک آدمی کو خوبصورت گھوڑے کے ساتھ دیکھا۔

اتنکا اس کے پاس گیا۔ وہ گھوڑے سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے انکساری کے ساتھ آدمی کے آگے سر جھکایا اور کہا۔ ''اے بھگوان! میں تمہارے سامنے سر جھکاتا ہوں۔ مجھے ایک 'ورادان دو'۔(میری مدد فرمائیں)

وہ آدمی مڑا اور اس نے کہا''میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟'' اتنکا نے جواب دیا۔ ''کچھ ایسا ہو کہ ناگ راج میرے قبضے میں آجائے''۔ ''اس گھوڑے کو پھونک مارو''۔ آدمی نے جواب دیا۔

اتنکا گھوڑے پر چڑھ گیا اور اسے مسلسل پھونکنے لگا۔ گھوڑے کے جسم کے ہر بال سے آگ کا ایک شعلہ لپکتا جس نے ناگ راج کی راجدھانی کے تمام حصوں کو جلا ڈالا۔ یہ اس وقت تک گھروں کو جلاتا رہا جب تک سارے ناگ خوف کے مارے باہر نکل نہ آئے اور اتنکا سے اپنی زندگی بچانے کے لیے فریاد کی۔

''ناگ راج سے کہو کہ بالیاں لوٹادے''۔ اتنکا نے کہا۔

سبھی ناگ۔ ناگ راج کے پاس بھاگتے ہوئے گئے تاکہ راجہ کی بالیاں لوٹادے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

اس آدمی نے اتنکا کو گھوڑا دیا اور چند لمحوں میں وہ اپنے سنسان گوشے میں چلا گیا۔

تقریب کے موقع پر استانی کو بالیاں دینے اتنکا بر وقت چلا آیا۔ اس نے بہادری کے لیے اسے بہت دعائیں دیں۔

جب اتنکا نے تمام واقعات بیان کیے تو اس کے گرو مسکرائے اور کہا''میرے بچے جو گندا پانی تم نے پیا وہ دیوتاؤں کی خوراک ہے جو تمھیں اندرونی قوت بخشے گی۔ دو کنواریاں جو سیاہ اور سفید دھاگے سے کپڑے بُن رہی تھیں۔ رات اور دن ہیں۔ بارہ کمانیوں والا پہیہ سال ہے جس میں بارہ مہینے ہوتے ہیں، اور لڑکے موسم ہیں۔ وہ آدمی اندر دیوتا تھا اور گھوڑا آگ کا دیوتا تھا۔ میرے بچے تم نے بہت کچھ اچھی طرح دیکھ لیا ہے اور اس طرح میری دعاؤں کے مستحق ہو۔ اب تم دنیا میں جاؤ کہ ایک اچھا تقدیر تمہاری منتظر ہے۔

اس طرح اتنکا نے اپنی ذمے داریوں کو پورا کیا۔ دنیا میں گیا تاکہ اپنی زندگی گزارے۔ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھا، کیوں کہ وہ یہ جانتا تھا کہ بھگوان نے اس کی حفاظت کی ہے۔ اسے کسی بات کا خوف نہیں تھا۔

قسمت کا پھندا

ایک زمانہ گزرا جب ایک عقل مند اور زبردست راجہ ہوا کرتا تھا، جس کے پاس دولت اور جاگیر سب کچھ تھی لیکن ساتھ ہی اسے بڑا غم بھی تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لیے اس نے بھگوانوں سے دعائیں مانگیں اور آخر کار ایک دن، دنیا کی دیوی اس کے خواب میں آئی۔ "میں تمہاری پارسائی سے بہت خوش ہوئی، اور میں جانتی ہوں کہ تمہیں دنیا میں سب سے زیادہ کس چیز کی خواہش ہے"۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔

چند مہینے گزر گئے۔ رانی نے راجہ کو ایک خوبصورت سی لڑکی ساوتری سونپی جو خواب و خیال میں آنے والے سارے بچوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ جو کوئی بھی اس کے نزدیک آتا، اس کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوتا۔

سال گزرتے رہے۔ ساوتری اتنی حسین ہوگئی کہ وہ جب جنگل میں سیر کے لیے

جاتی، چڑیاں گانے لگتیں اور اس کے ننھے قدموں کے لیے پھول اپنی پنکھڑیاں بچھا دیتے۔

ساوتری کی خوبصورتی کی شہرت چاروں طرف پھیلنے لگی۔ پڑوس کی راجدھانیوں کے تمام شہزادے شادی کی غرض سے اس کا ہاتھ مانگتے۔ لیکن راجکماری مسکراتی اور اپنے سر کو جھٹک دیتی۔ ہر راجکمار کے لیے اس کا جواب 'نہیں' ہوتا۔

راجہ جو اس کا باپ تھا، بہت پریشان ہو گیا۔ اس نے ساوتری کو اپنے پاس بلایا اور کہا "بچی اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم شادی کر لو۔ بہت سے راجکمار آئے اور یونہی ناکام چلے گئے۔ آخر وہ کون ہوگا جسے تم اپنا شوہر تسلیم کرو گی"۔

"اچھے بابا!" ساوتری نے جواب دیا! "میرے لیے یہ بات پریشان کن ہے کہ آپ میرے

لیے فکر مند ہیں۔ مجھے باہر کی دنیا میں اپنے شوہر کی تلاش میں جانے دیجیے۔ جب ایسا آدمی مل جائے گا جس سے میں شادی کر سکتی ہوں، اس وقت میں آپ کے پاس چلی آؤں گی"۔

اس طرح راجہ جو اپنی لڑکی کو بہت چاہتا تھا۔ اس نے ساوتری کی حفاظت کے لیے بہادر سپاہیوں کا انتخاب کیا اور اس کی سکھی سہیلیاں بھی راجدھانی میں چنی گئیں اور راجکماری خشک علاقوں میں، گرم میدانوں میں، اور برف سے ڈھکے پہاڑوں، سارے ملک میں بھٹکنے لگی۔ ایک دن تھک کر اس نے ایک وسیع جنگل دیکھا جو کہ ٹھنڈا اور سرسبز دکھائی دیتا تھا، جہاں درخت کی چھائیں گھنی تھی اور پرندے میٹھے نغمے سناتے تھے۔ اس نے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور جنگل میں تن تنہا گزرنے لگی۔

اس جنگل میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اسے ایک جنگ میں شکست ہوگئی تھی اور اس نے اپنی راجدھانی گنوادی تھی اور زندگی کے برے دن گزارنے پر مجبور تھا۔ بوڑھا اور اندھا شخص ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا لڑکا اب بڑا ہو گیا تھا جو اپنے والدین کا تنہا سہارا تھا۔ وہ ایک ایمان دار نوجوان تھا اور جنگل اب اس کے لیے گھر بن چکا تھا۔ وہ ہرے پیچیدہ راستے سے واقف تھا اور وہ ہر درخت، ہر جھاڑی سے پیار کرتا۔ اسے معلوم تھا کہ کون سے درخت گرمی میں اور کون سے جاڑے میں کھلتے ہیں۔ وہ لکڑیاں کاٹتا اور اسے قصبوں میں جاکر فروخت کر دیتا اور جو پیسے ملتے ان سے وہ اپنے والدین کے لیے کھانا لاتا۔

حالاں کہ وہ کبھی کبھی شاید اداس ہو جاتا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں تھا۔ سواری کے لیے کوئی گھوڑا بھی نہیں تھا۔ لیکن اس نے اپنے والدین کو کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ ناخوش

ہے۔ بلاشبہ ایسے لمحے شاید ہی آتے کیوں کہ وہ پیڑوں، پھولوں اور جنگلی جانوروں کے روپ میں اپنا ساتھی تلاش کر لیتا۔ وہ اکثر اپنے آپ کو جنت میں محسوس کرتا جس میں سفید بادلوں کے رتھ پر طلوعِ آفات اور غروبِ آفتاب کے مقام پر جا پہنچتا۔ وہ اپنے ماں اور باپ کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گزار رہا تھا۔ کیوں کہ ان کے درمیان آپس میں بہت پیار اور سوجھ بوجھ قائم تھی۔

ساوتری ان کی جھونپڑی میں آئی۔ تینوں لوگوں کی سادگی دیکھ کر وہ ان سے زبردست متاثر ہوئی۔ جب اس نے لڑکے کو دیکھا جو ایک نوجوان بھگوان کی طرح تھا۔ اور اپنے والدین کا بے حد فرماں بردار تھا، اس نے جان لیا کہ آج اس کی تلاش ختم ہوئی۔

ساوتری فوراً اپنے والد کے پاس لوٹی جس کی آنکھیں اس کی آواز سن کر خوشی سے چمک اٹھیں۔ لیکن جب اس نے سنا کہ ساوتری نے ایک مفلس راجکمار کا انتخاب کیا ہے، وہ اداس ہو گیا، چوں کہ وہ اس راجکمار سے شادی کرنے کے لیے بہت زیادہ اٹل تھی۔ اس لیے راجہ نے مجبوراً اپنی رضامندی دے دی۔

ایک عقلمند بزرگ جو اس راستے سے گزر رہا تھا اس نے راجکماری کی باتیں سنیں۔ وہ کچھ دیر تک سنتا رہا اور تب راجہ کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ "عالی جناب! میں نوجوان راجکمار کو جانتا ہوں۔ اس کا نام ستیاوان ہے اور اس کی بھگتی سارے علاقے میں دور دور تک جانی جاتی ہے۔ لیکن اس کی بدقسمتی اس کے ساتھ ہے، وہ ایک سال کے اندر مرنے والا ہے"۔

راجہ کے ہوش اڑ گئے جب اس نے یہ بھیانک خبر سنی۔ وہ اپنی لڑکی کی طرف مڑا جس کے خوبصورت کمل نینوں میں آنسو تھے۔ اس نے کہا "کسی دوسرے کا انتخاب کر لو"۔ تم اس کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی جو کہ مرنے والا ہے"۔

"بابا" ساوتری نے جواب دیا۔ "یہ انکشاف یقیناً پریشان کن ہے۔ لیکن میں اسے چاہتی ہوں اور میں اس سے شادی کروں گی۔ میں اسے اپنا دل دے چکی ہوں اور کسی طرح اسے واپس نہیں لے سکتی"۔

حالاں کہ راجہ کا ذہن صدمے سے بے حد بوجھل تھا، لیکن وہ رضامند ہو گیا۔

شادی کے لیے ساوتری نے دلکش لبھانے والے سونے کے زیورات پہنے اور اپنے کالے بالوں میں اس نے گہرے لال رنگ کے فیتے باندھے۔ گلے کے ایک ہار میں ہیرے جواہرات کا ذخیرہ موجود تھا جو کہ بے حد دلچسپ اور جاذب نظر تھے سارا راج محل سفید چمیلی کے پھولوں سے لدا تھا اور چراغ چھوٹے تاروں کی مانند ہر موڑ اور کونے پر چمک رہے تھے۔ شادی کے بعد ایک زبردست دعوت کا اہتمام تھا۔ جب کہ لوگ خوشیاں منا رہے تھے، راجکماری نے گھریلو لباس تبدیل کیے اور ایک سوتی لال ساڑی پہن لی اور اپنے گہنوں کو اپنے والد کی تجوری میں رکھ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساوتری اور ستیاوان جنگل میں اپنی معمولی جھونپڑی میں چلے گئے۔

پورے ایک سال تک وہ خوشی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔ کسی بیوی کو اتنا پیار نہیں ملا ہوگا جتنا اس عرصے میں ساوتری کو ملا۔ دن گزرتے رہے اور اسے اپنے شوہر کے متعلق دہشت ناک راز کا خیال دل میں آیا۔ سال کا آخری دن آیا۔ ساوتری صبح سویرے اٹھ گئی۔

جب ستیاوان اپنی کلہاڑی لے کر جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کے لیے جانے لگا، اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی باہر اس کا انتظار کر رہی ہے۔

"میرے پیارے شوہر۔ برائے مہربانی مجھے اپنے ساتھ آنے دیجیے۔ آج میری دیرینہ خواہش ہے کہ سارے دن آپ کے ساتھ رہوں"۔

ستیاوان نے "نہیں" نہیں کیا۔ وہ خوش ہو گیا کہ جنگل میں وہ بھی اس کے ساتھ جائے گی۔ تبھی گھنٹے تیزی کے ساتھ گزرنے لگے۔ لمبے پیڑ کے نیچے اس نے نرم ملائم ہری پتیوں اور پھولوں کی ایک نشست بنائی تاکہ جب وہ لکڑیاں کاٹے وہ اس پہ بیٹھ کر پھولوں کا ایک گجرا تیار کرے۔

دوپہر کے وقت ستیاوان کو تھوڑی تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ ساوتری بے چینی کے ساتھ اس کا معائنہ کر رہی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ آیا اور زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے اپنے سر کو اس کی گود میں رکھ دیا۔ "میں نہیں جانتا کہ آج سورج اتنا تیز کیوں ہے"۔ اس نے کہا "میرے سر میں درد ہے اور میں بہت تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ دیر کے لیے سونے دو"۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ساوتری نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو کہ جل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس کا ذہن خوف سے لرز اٹھا۔

اچانک سارا جنگل تاریک ہو گیا۔ پتیوں کی سرسراہٹ رُک گئی۔ پرندوں نے گانا بند کر دیا اور وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ ساوتری نے خوف زدہ ہو کر اوپر دیکھا۔ اس کے سامنے ایک لمبا سا سایہ نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ناک تھی۔ وہ اس کی صورت نہیں دیکھ پائی کیوں کہ وہ ایک پرچھائیں تھی۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
"کون ہو تم؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔

"میں یم ہوں۔ موت کا بھگوان۔ میں تمہارے شوہر کو لے جانے آیا ہوں"۔اس نے نیچے دیکھا جہاں ستیاوان لیٹا تھا اور نوجوان کی آتما اس کے جسم سے نکل کر بھگوان کے پاس چلی گئی۔ یم واپس جانے کے لیے مڑا لیکن ساوتری تیزی کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑی۔ "ہے بھگوان"!اس نے التجا کی۔"کیا آپ مجھے ستیاوان کے بغیر زندہ رکھیں گے؟ مجھے بھی اپنے ساتھ موت کی نگری میں لے چلیں یا پھر ستیاوان کی زندگی واپس کر دیں"۔

اس کی آہ وزاری کو سن کر بھگوان نے جواب دیا۔"تمہارا وقت ابھی نہیں آیا ہے بچی۔اپنے گھر واپس چلی جاؤ"۔

لیکن ساوتری نے اس کا پیچھا کیا اور اپنی ضد پر اڑی رہی۔یم مڑا اور اس نے کہا کہ ستیاوان کی زندگی کے علاوہ کوئی (مراد) مانگ لے۔

"میرے سسر کی آنکھوں میں روشنی واپس آجائے"۔ساوتری نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا"۔یم نے جواب دیا۔"اب واپس چلی جاؤ"۔

لیکن وہ واپس نہیں گئی۔وہ مستقل اس کا پیچھا کرتی رہی یہاں تک کہ یم نے اسے ایک اور وردان دیا۔آخر کار ساوتری نے پوچھا۔"مجھے خوبصورت بچے ہو جائیں"۔

"ہاں تمہارے لڑکے ایسے ہوں گے جو اہم کارنامے انجام دیں گے"۔یم نے جواب دیا۔

"اے بھگوان"۔ساوتری نے کہا۔"یہ کس طرح ممکن ہے کہ شوہر کے بغیر میرے بچے ہو جائیں؟"اس لیے میں آپ کے سامنے بھیک مانگتی ہوں کہ اس کی زندگی واپس کر دیں۔

یم نے زندگی واپس کر دی۔اسے ایسا کرنا پڑا۔

ساوتری تیزی کے ساتھ جنگل کی طرف واپس گئی جہاں ستیاوان کا جسم پڑا تھا۔وہ آہستہ سے جاگا جیسے کسی لمبی نیند سے سو کر اٹھا ہو اور دونوں جنگلوں سے ہوتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے جہاں پہلے سے زیادہ امنگیں اور خوشیاں تھیں۔

گنگا اور شانتانو

بہت سال قبل جب دنیا میں حیرت انگیز اور عجوبہ چیزیں رونما ہوتی تھیں۔ شانتانو نام کا ایک خوبصورت شہزادہ رہا کرتا تھا۔ نہ صرف اس نے عقل مندی اور خوبی کے ساتھ حکومت کی بلکہ اسے شکار کا بھی شوق تھا اور وہ ہمیشہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑتا رہتا۔ اسے صرف ایک ہی غم تھا۔ اسے کہیں بھی کنواری حسینہ اتنی خوبصورت نہیں ملی جس سے شادی کر کے وہ اسے اپنی رانی بنا سکتا۔

ایک دن جب شانتانو تنہا گنگا ندی کے کنارے بھٹک رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کنواری پیڑ کے نیچے گہری نیند میں سوئی ہوئی ہے۔ اس کے چہرے کے خوبصورت نقوش بادل کی مانند تھے اور اس کے پیر اور بازو اس سلیقے سے مڑے ہوئے تھے کہ راجکمار اسے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ اس نے سانس بھی بہ مشکل لی کہ کہیں وہ جاگتے ہی بھاگ نہ جائے۔ آخر کار وہ بیدار ہوئی اور اس نے اوپر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بڑی اور چمکدار تھیں۔ اس کی آنکھوں میں خوف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو کافی دیر تک دیکھتے رہے

اور نوجوان راجکمار نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو اپنی رانی نہیں بنائے گا۔ اس نے کہا۔ "اے کنواری حسینہ۔ میں نے اپنی ساری راجدھانی میں تلاش کر لیا لیکن کوئی بھی ایسی نہیں ملی جسے میں اپنی بیوی بنا سکوں۔ آخر کار میں نے تمہیں ڈھونڈ ہی نکالا۔ میرے ساتھ میرے محل میں چلو اور میری رانی بن کر رہو۔

کنواری دوشیزہ کھل اٹھی اور اس نے شرم سے اپنی آنکھیں جھکا لیں اور جب اس نے کہا تو اس کی آواز دھیمی تھی، جیسے کہ ہلکورے میں ایک مدھم سا آہنگ شامل ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ "اے راجکمار! میں خوشی سے تمہاری بیوی بننا پسند کروں گی لیکن ایک بد دعا ہے جو مجھ پر نازل ہے۔ اگر میں تمہاری بیوی بن جاؤں، تم کبھی میرے ساتھ سختی سے پیش نہیں آؤ گے، چاہے میں کچھ بھی کروں، ورنہ میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی"۔

راجکمار نے جواب دیا۔ "اے بہشتی مخلوق! ایسا ہی ہوگا" اس نے گھوڑے پر اسے بٹھایا اور اسے اپنے راج محل میں لے گیا۔

وہ ہنسی خوشی رہنے لگے اور راجکمار نے اسے ایک بھی لفظ ایسا نہیں کہا، جو محبت سے لبریز نہ تھا۔

جلد ہی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ راجہ کو زبردست صدمہ پہنچا کہ حسین دوشیزہ نے بیٹے کو گنگا ندی میں پھینک دیا۔

راجہ، ایک لفظ بھی نہیں کہہ پایا۔ چھ مزید بچے پیدا ہوئے اور اس نے سبھی بچوں کو ندی میں پھینک دیا۔ لیکن آٹھویں بچے کے وقت راجہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے سوچا "میں

نے ایک ڈائن سے شادی کی ہے۔ اس کے خوبصورت چہرے میں ایک شیطان دل پوشیدہ ہے" اور بے حد غصے میں راجہ نے پوچھا "کون ہو تم؟ کیا تم ایک قاتل ہو جو مجھے تباہ کرنے آئی ہو"۔ اس کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

وہ اس کے پاس واپس آئی۔ وہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے نرمی سے کہا۔ "راجہ میں تمہارا عظیم صبر و ضبط دیکھ کر حیران ہوں اور اس کا انعام تمہیں ملے گا۔ لیکن مجھے تمھیں چھوڑنا ہی ہو گا کیوں کہ تم نے مجھ سے سختی سے بات کی۔ میں گنگا ہوں۔ ندیوں کی راجکماری۔ میں تمہارے پاس بھگوان کے ذریعے بھیجی گئی تھی۔ وہ سات بچے جنہیں میں نے ندی میں پھینکا وہ بہشتی ہیں جنہیں ایک موت کے بعد زمین پر پیدا ہونا ہے۔ لیکن ان کی خواہش تھی کہ اس زندگی سے جتنی جلد ہو، پیدا ہوتے ہی چھٹکارا مل جائے۔ آٹھواں بچہ زمیں پر ایک لمبی زندگی گزارے گا۔
میں نے ان کی ماں بننے کے لیے انسانی روپ اختیار کیا۔ میرا کام ختم ہو گیا۔ مجھے اب تمہیں چھوڑنا ہی ہو گا۔ اس بچے کو جسے تم نے بچایا ہے، اچھی طرح دیکھ بھال کرو اور میری خاطر اسے گنگے کہو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ دیوی غائب ہو گئی اور راجہ اداسی کے ساتھ راج محل لوٹ آیا۔

گنگے کا نام بعد میں بھیشم پڑا اور وہ ایک مقبول ہیرو کے روپ میں اُبھرا۔

شکھنڈی

بہت عرصہ پہلے پنچال راجیہ کے راجہ کی ایک بڑی خواہش تھی۔ اس کی رانی کا کوئی بچہ نہیں تھا اور وہ ایک بچہ چاہتی تھی۔ اس لیے دونوں نے مل کر بھگوان شیو سے دعا مانگی اور آخر کار ایک دن بھگوان، انسان کے روپ میں ان کے سامنے آئے۔ انہوں نے کہا۔ "تمہیں ایک لڑکا پیدا ہوگا، لیکن وہ تمہارے پاس ایک لڑکی کے روپ میں آئے گا"۔

اس بات نے راجہ کو بہت پریشان کیا۔ رانی نے کہا کہ وہ سمجھ گئی کہ اس سب کا مطلب کیا ہے۔ جب اس نے ایک خوبصورت لڑکی کو جنم دیا۔ اس نے چاروں جانب یہ بات پھیلادی کہ پیدا ہونے والا بچہ ایک لڑکا ہے۔

لڑکی کا نام شکھنڈی رکھا گیا جو ایک لڑکے کا نام ہے۔ شکھنڈی نے وہ سب کچھ سیکھا جو ایک نوجوان کو سیکھنا چاہیے۔ اس نے پڑھنا لکھنا سیکھنا مصوری، گھوڑ سواری اور نشانے بازی سیکھا جب وہ بڑی ہو گئی تو اس نے محسوس کرنا شروع کیا کہ ایک لڑکی کے روپ میں اسے نہیں چاہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے والدین پڑوس کی راجکماریوں سے اس کی شادی کے متعلق سوچنے لگے۔ چند بادشاہوں میں سے ایک جسے اس کے باپ نے شادی کا پیغام بھیجا تھا، شک کرنا شروع کر دیا کہ شکھنڈی کے بارے میں کچھ نہ کچھ عجیب ضرور ہے۔

اس نے سوچا کہ راجہ نے جان بوجھ کر اس کی بے عزتی کی ہے اس لیے اس نے ایک اطلاع بھیجی کہ وہ شہر میں حملے کی تیاری کر رہا ہے تاکہ پنچال راجیہ کو تباہ کیا جاسکے۔

شکھنڈی نے سنا کہ اس کے ماں باپ اس افسوس ناک خبر کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ رانی نے کہا۔ "ہمیں بھگوانوں سے پرارتھنا کرنی چاہیے۔ وہ ایک لڑکا بھیج کر ہماری ضرور مدد کریں گے جو کہ دشمنوں کو تباہ کر دیں گے۔ شکھنڈی نے یہ سب اداس ہو کر دکھی دل کے ساتھ سنا۔

کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ شہر کے کنارے ایک وسیع اور تنہا جنگل میں بھٹکتی رہی۔ گزرتے ہوئے اس نے سوچا۔ "اپنے والدین کو ناخوش کرنے سے میرا مر جانا ہی بہتر ہے۔ مجھے چاہیے کہ انہیں جنگلوں میں کھو جاؤں تا کہ کوئی بھی میرے بارے میں کچھ بھی نہ جان سکے"۔

اسی وقت اس نے اپنے سامنے ایک وسیع قلعہ دیکھا۔ وہ اس کے اندر چلی گئی اور کمرے کمرے بھٹکتی رہی۔ یہ بالکل خالی تھا۔ یہاں شکھنڈی کئی دنوں تک رہی۔ اس نے کچھ بھی نہیں کھایا اور ہر لمحہ روتی رہی۔

یہ اتفاق تھا کہ قلعہ پوری طرح خالی نہیں تھا۔ یہاں ایک آتما رہتی تھی جس کا نام یکشا تھا۔ اب یکشا ایک اچھا ہمزاد تھا۔ وہ اس خوبصورت لڑکی کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھا جو پھوٹ پھوٹ کر روتی تھی۔ ایک رات وہ شکھنڈی کے پاس نمودار ہوا اور اس سے غم کی وجہ

دریافت کی۔ اس نے کہا" میں لکشمی دیوتا کا پجاری ہوں۔ شاید میں تمہاری مصیبت میں مدد کر سکتا ہوں"۔

راجکماری نے اسے اپنی پوری کہانی سنائی اور اس کے سامنے دوبارہ رونے لگی۔ اس نے کہا۔"کاش میں ایک مرد ہوتی۔ میں کتنا خوش ہوتی اور میرے والدین خوشی سے پھولے نہیں سماتے"۔

یہ سب سننے کے بعد یکشا دیر تک سوچتا رہا۔ تب اس نے کہا۔" میرے پاس ایک منصوبہ ہے۔ تم کتنی موت تک مرد بنے رہنا چاہتی ہو"۔

شکھنڈی نے اوپر دیکھا۔" جب تک میں اپنے والد کے سارے دشمنوں پر فتح حاصل نہ کرلوں۔ اگر میں میدان جنگ میں اپنی بہادری کا مظاہرہ کروں، پھر کوئی میری مردانگی کی پر شک نہیں کرے گا"۔

"ایسا ہی ہوگا"۔ یکشا نے کہا" میں تمہیں اپنی مردانگی دوں گا۔ تم ایک مکمل مرد بن جاؤ گی۔ لیکن جب جنگ ختم ہو جائے تو کسی بھی طرح میرے پاس واپس لوٹ آنا۔ اپنے راج محل کی طرف جاؤ۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا"۔

شکھنڈی بہت زیادہ خوش ہو گئی۔ اس نے یکشا کا شکریہ ادا کیا اور فوراً اپنے والد کے گھر آ گئی۔ یکشا کی حیرت انگیز قوت کے سبب کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو میدان جنگ میں شکھنڈی کے مقابلے میں کھڑا ہو سکے۔ جلد ہی اس نے اپنے باپ کے دشمنوں کو شکست دے دی۔ اپنے وعدے کو یاد کرتے ہوئے وہ واپس لوٹ کر جنگل میں گئی۔

یکشا نے جواب ایک عورت کے روپ میں موجود تھا، افسوس کے ساتھ کہنے لگا۔ ''ہم اپنے روپ کو دوبارہ تبدیل نہیں کر سکتے''۔ اس نے گہری اداسی کے ساتھ یہ بات کہی۔

''کیوں؟ آخر کیا ہو گا؟'' شکھنڈی نے تعجب سے پوچھا۔ ''تمہارے جانے کے بعد لکشمی دیوتا جنگل آئے تھے۔ میں انھیں خوش آمدید کہنے نہ جا سکا۔ اس لیے انہوں نے بد دعا کی کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اب کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا''۔ یکشا نے جواب دیا۔

شکھنڈی بہت اداس ہو گئی کہ اس نے یکشا کو ناخوش کیا تھا۔ لیکن اس نے دلاسہ دیا اور کہا کہ وہ پریشان نہ ہو۔ تم چاہتی ہوں کہ تم مرد بن جاؤ۔ اس لیے تم ہمیشہ ایسے ہی رہو گی''۔ اس طرح بھگوان وشنو کی باتیں سچ ثابت ہوئیں اور شکھنڈی ایک مرد بن گئی جو مہا بھارت کا ایک عظیم سپاہی تھا۔

ہیرو بھیم

مہابھارت کا ہیرو بھیم، اس کی ماں کنتی اور اس کے بھائی کبھی جنگل کے گاؤں میں برہمن کے گھر میں رہتے تھے۔ ایک دن کنتی نے ایک زبردست چیخ و پکار سنی۔ وہ یہ دیکھنے کے لیے بھاگی کہ آخر کیا ہوا تو اس نے دیکھا کہ برہمن، اس کی بیوی اور اس کے بچے اس بری طرح سے رو رہے تھے جیسے ان کا جگر ہی پھٹ جائے گا۔

کنتی نے پوچھا۔ ''تم کیوں رو رہے ہو؟ شاید میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں''۔

''اے پیاری عورت''۔ برہمن نے کہا'' کوئی انسان ہماری مدد نہیں کر سکتا۔ اس گھر کے

قریب ہی ایک طاقت ور اور ظالم دیو رہتا ہے۔ جب وہ رہتا ہے تو کوئی راجدھانی پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کرتا لیکن اس حفاظت کے بدلے میں وہ ایک زبردست قیمت کا تقاضا کرتا ہے۔ ہر روز ہمیں اس کی غذا کے لیے ایک بیل گاڑی چاول، دو بھینس اور اپنا ایک آدمی بھیجنا پڑتا ہے۔ اب ہماری باری ہے۔ اگر میں جاؤں تو ہمارے خاندان کی حفاظت کون کرے گا؟ ہمارے پاس صرف ایک لڑکا اور لڑکی ہے۔ اس لیے ان میں سے کسی کو نہیں بھیج سکتا"۔ اس نے ہاتھوں میں اپنا سر جھکایا اور رونے لگا۔

کنتی نے انہیں دیکھا اور ان کے دکھ درد کا گہرا اثر لیا۔ "خوفزدہ نہ ہو"۔ اس نے کہا "میں اپنے

لڑکے کو بھیج دوں گی"۔

برہمن اس بات کے لیے قطعی تیار نہیں ہوا۔ "میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ تمہارا لڑکا مارا جائے"۔ اس نے کہا "یہ میری اپنی موت سے کہیں زیادہ برا ہوگا"۔

کنتی نے کہا کہ اس کا لڑکا بہت بہادر ہے اور ایک زبردست جنگ جو ہے۔ کنتی نے برہمن سے گزارش کی کہ حالاں کہ وہ بات اس کی خواہش کے خلاف تھی۔

کنتی نے بھیم کا انتخاب کیا جو اس کے لڑکوں میں سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔

صبح سویرے بھیم دیو کے کھانے کا سامان لے کر طے شدہ جگہ کے لیے چل پڑا۔ اس جگہ پہنچنے کے بعد بھیم بیٹھ گیا اور ایک ہیبت ناک آواز میں جس سے زمین کانپ گئی، دیو کو للکار کہ وہ باہر آئے اور اپنی غذا لے لے۔

ایک زبردست دہاڑ کے ساتھ وہ بھیم کے پاس بھاگا اور بھرپور قوت سے ایک زوردار گھونسا اس کی پیٹھ پر لگایا۔ یہ بھیم پر بالکل بھی اثر انداز نہیں ہوا۔ وہ صرف مسکراتا رہا اور کھانے میں لگا رہا۔

دیو غصے میں آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے ایک بڑا درخت اُکھاڑا اور بھیم کو جان سے مارنے کے لیے اس کی طرف دوڑا۔

بھیم نے درخت کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور اس تیزی کے ساتھ دیو کی طرف واپس پھینک دیا جس سے وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

پھر ایک زبردست جنگ ہوئی۔ بھیم اور دیو نے درخت اکھاڑ لیے اور ان سے لڑنے لگے۔ وہ ایک دوسرے پر بڑے بڑے چٹان پھینکتے رہے۔

آخر کار بھیم نے دیو کو اپنے مضبوط پنجوں میں جکڑ لیا اور زمین پر اس قوت سے پچھاڑا کہ اس کی موت ہی ہو گئی۔

ہیبت ناک چیخ سننے کے بعد سارے دیو باہر آئے اور اس اذیت ناک منظر کو دیکھ کر سہم گئے۔

بھیم نے دلیری کے ساتھ ان سے کہا۔"اب کسی بھی انسان کو مت مارنا اگر تم انہیں مارو گے، تم بھی مارے جاؤ گے"۔اس دن کے بعد سے راکشسوں نے راجدھانی میں انسان کو نقصان نہیں پہنچایا اور لوگ سکون کے ساتھ رہنے لگے۔

نرم دل گوالا چرواہا

گوپالا ایک چھوٹا سالڑکا تھا، جو اپنی ماں کے ساتھ ایک وسیع جنگل کے کنارے رہا کرتا تھا۔ جب وہ چھوٹا تھا، اس کا باپ چل بسا تھا۔ اس کی ماں کھیتوں میں کام کرتی تھی۔ وہ گوپالا کو بہت چاہتی تھی اور اس نے اس کی اچھی طرح پرورش کی۔ جب گوپالا پانچ سال کا تھا، تب اس کی ماں نے اسے اسکول بھیجا۔ اسکول جانے کے لیے اسے جنگلوں سے گزرنا پڑتا۔ اسے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا کیوں کہ اسے جنگلی جانوروں کا خوف ستاتا۔ اکثر شام کو گھر آنے کے دوران اسے خوف ناک آوازیں سنائی دیتیں۔ تب وہ دوڑنے لگتا اور اپنی ماں کے گود میں آکر ہی اسے راحت ملتی۔

پہلی مرتبہ اس نے اپنی ماں کو نہیں بتایا کہ وہ ڈر گیا تھا۔ لیکن اس کا خوف رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ اس لیے ایک دن اس نے کہا "ماں میں اسکول جانا نہیں چاہتا۔ میں کھیتوں میں تمہاری مدد کروں گا"۔

"کیا ہوا میرے بچے؟" اس کی ماں نے اسے اپنی گود میں لیتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمھیں اسکول پسند ہے"۔

گوپالا نے کہا "یہ بات نہیں ہے ماں۔ مجھے جنگل کے راستوں سے ڈر لگتا ہے"۔

اس رات گوپالا کی ماں نے بھگوان کرشن سے پرارتھنا کی کہ اس کے بچے کی حفاظت کرے۔ وہ دنیا میں ایک گوالے کے روپ میں آئے تھے اور انہیں کے نام پر اس نے اپنے چھوٹے بچے کا نام رکھا تھا۔

اگلی صبح اس نے گوپالا سے کہا۔ "کیا تمھیں معلوم ہے کہ جنگل میں میرا ایک اور لڑکا رہتا ہے اور اس کا نام بھی گوپالا ہے۔ وہ ایک گوالہ ہے۔ جب بھی تمھیں ڈر لگے۔ صرف اسے پکار لینا۔ وہ تمہاری مدد کو ضرور آئے گا"۔

گوپالا بہت خوش ہوا۔ اس دن سے اس نے دل میں کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔ گھر آنے کے دوران شام میں بہت اندھیرا ہو گیا۔ اس لیے اس نے آواز دی۔ "او گوالا بھائی۔ آؤ، اور مجھ سے باتیں کرو"۔

تبھی اچانک جھاڑیوں سے اس نے ایک صاف مدھر آواز سنی۔ "میں آرہا ہوں، چھوٹے بھائی" اور ایک خوبصورت لڑکا، جو گوپالا سے تھوڑا بڑا تھا باہر آیا۔ وہ خوبصورتی سے مسکرایا اور گوپالا کو اس پر پیار آگیا۔

گوپالا کو پھر بھی ڈر نہیں لگا۔ اس کا گوالا بھائی اسکول کے راستے میں اسے نت نئے کھیل اور اچھی کہانیوں سے لطف اندوز کراتا اور پھر واپس چلا جاتا۔

ایک دن اسکول کے ماسٹر نے کہا کہ وہ ایک دعوت کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ اس نے ہر بچے سے کہا کے کھانے کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر کے آئے۔ بچے بہت خوش ہوئے اور سوچنے لگے کہ ماں انہیں کیا دے گی؟

گوپالا نے اپنی ماں کو دعوت کے بارے میں بتایا۔ "سبھی لڑکے کچھ نہ کچھ لا رہے ہیں۔ میں کیا لے جاؤں گا؟" اس نے تجسس سے دریافت کیا۔

اس کی ماں پریشان ہو گئی۔ وہ بہت غریب تھے، یہاں تک کہ کھانے کا انتظام بھی مشکل سے ہی ہو پاتا تھا۔

"میں کچھ نہیں دے سکتی"۔ اس نے اداس ہو کر کہا۔

گوپالا نے اپنے جنگل والے بھائی کے بارے میں سوچا اور کہا۔ "ماں اداس مت ہو۔ میں کچھ نہ کچھ انتظام کر لوں گا"۔

اگلی صبح جب وہ اسکول جانے لگا۔ اس نے اپنے بھائی کو دعوت کے بارے میں بتایا۔ رحم دل گوالے نے فوراً اسے ترش دودھ کا پیالہ دیا جو سبھی بچے پسند کرتے ہیں۔ گوپالا اسے حفاظت کے ساتھ اسکول لے گیا۔ اس نے اتنی حفاظت کی کہ ایک بوند بھی نیچے نہیں گرایا۔

گرو نے گوپالا کے تحفے کا شکریہ ادا کیا اور سبھی بچوں کو پیالے کا دودھ پینے کے لیے دیا۔ وہ بہت مزیدار تھا اور بچوں نے مزید تقاضا کیا۔

"یہ فوراً ہی ختم ہو جائے گا"۔ گرو نے سوچا۔ لیکن جب گرو نے اس پیالے کو تھاما، وہ بھرا ہوا تھا۔ بار بار وہ دودھ تقسیم کرتا اور وہ حیرت زدہ تھا۔ پیالہ ہمیشہ بھرا ہوا ہوتا۔

اس نے حیرت سے پوچھا۔ "گوپالا۔ یہ دودھ تم کہاں سے لائے"۔

"جنگل میں میرے بھائی نے مجھے دیا ہے۔ وہ ایک گوالا ہے"۔ گوپالا نے کہا۔

"کیا تم مجھے اس کے پاس لے جاسکتے ہو"۔ گرو نے پوچھا۔ وہ دونوں جنگل کی طرف چل دیے۔ گوپالا نے آواز لگائی۔ "بھائی! او پیارے گوالا بھائی۔ آؤ اور میرے گرو کو دیکھو۔ وہ تمہارے مزیدار دودھ کے لیے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں"۔

تب انہوں نے ایک آواز سنی۔ "چھوٹے بچے۔ تمہارے گرو مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ تم اپنی ماں کی وجہ سے مجھے دیکھ سکتے ہو جو مجھے چاہتی ہے۔ اس نے مجھے مدد کے لیے کہا تھا"۔

گوپالا کا بھائی بھگوان کرشن کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

سجاتا

چندر ماسی کے (چودھویں) کے پہلے کی رات تھی۔ سجاتا اپنے چھوٹے سے گھر میں ستون سے پیٹھ لگائے بیٹھی تھی۔ جہاں وہ بیٹھی تھی، وہاں سے دور تک میدانوں میں دیکھ سکتی تھی۔ اس نے اپنے باپ کی آواز سنی جس نے آس پاس کی اچھی گایوں کو جمع کر رکھا تھا اور اسے ہانکتا ہوا گھر لے آیا تھا۔ وہ تقریباً ہزار گائیں تھیں۔ ہر صبح وہ ایک چرواہے کی نگرانی میں گاؤں کے باہر کھیت کھلیانوں میں بھیج دی جاتیں۔ شام میں وہ انہیں واپس لے آتا اور مالک دروازے پر انہیں جمع کر لیتا۔

گھروں کو بہت اہتمام اور سلیقے سے ایک لائن میں بنایا گیا تھا۔ لیکن گلیاں بہت چھوٹی تھیں۔ اکثر کوئی ایک طرف کھڑا ہو جاتا اور اس کے ہاتھ لمبے ہوتے تو بہت آسانی کے ساتھ وہ سامنے کی دوسری دیواروں کو چھو سکتا تھا۔ لیکن کوئی گاؤں کی گلیوں میں زیادہ وقت نہیں گزارتا تھا۔ گاؤں کے باہر درختوں کے جھنڈ تھے جہاں تمام میلے وغیرہ منعقد کیے جاتے۔ جب بھی گاؤں سے متعلق کسی مسئلے پر بات چیت ہوتی، وہیں بیٹھک کا اہتمام بھی کیا جاتا۔ تب سارے دن ڈھیر سارا کام ہوتا۔ سینچائی کے لیے نہروں کی کھدائی ہونی ہے، مویشیوں کی دیکھ بھال ہونی ہے، عورتوں کے لیے سوت کاتنے کا انتظام کرنا ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کے لیے گھر تیار کرتے ہیں۔

آج سجاتا بہت تھک گئی تھی۔ دن کے ختم پر اسے بیٹھنے، آرام کرنے اور گوتم کے بارے میں سوچنے کا موقع ملا۔ اب اس کی زندگی ہمیشہ اس کے بارے میں سوچتے اور پرارتھنا کرتے ہوئے گزرتی۔ وہ مہان آتما اس کے گاؤں کے نزدیک جنگل میں رہنے کے لیے آیا تھا، جو اس کے باپ کی زیرِ نگرانی میں تھا۔

سجاتا نے گوتم کے بارے میں بہت سی کہانیاں سنیں تھیں کہ جب وہ ارو ویلا میں پیدا ہوا، کیسے گونگے نے بولنا شروع کر دیا۔ اپاہج چلنے لگا، اور دھرتی پھولوں سے ڈھک گئی جیسے ہر درخت خوشی سے جھومنے لگے ہوں۔ اس کا نام سدھارتھ رکھا گیا اور اسے تمام تر عزت دی گئی کیوں کہ اس کے والد نیپال کے قریب کپل وستو میں شاکیہ قبیلے کے سردار تھے۔

اکلوتا لڑکا ہونے کی وجہ سے اس کے والد نے اسے تین مکان دیے۔ ایک گرمی کے لیے تھا، ایک جاڑے کے لیے اور ایک برسات کے لیے۔ گھروں کے باہر چاروں طرف باغ تھے اور بے شمار خوبصورتی چاروں طرف موجود تھی۔ لیکن گوتم بہت ناخوش تھا، ان تین نظاروں کے لیے جو اس نے دیکھے تھے۔ انہیں وہ بھول نہیں پایا تھا اور جنہوں نے اس کی نیند چھین لی تھی۔ وہ تین چیزیں بیماری، بڑھاپا اور موت تھیں۔ وہ بالکل سمجھ نہیں پایا کہ انسان کیوں بیمار پڑتا ہے۔ کیوں وہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور کیوں اسے موت آجاتی ہے۔

اس طرح ایک رات گوتم نے اپنا خوبصورت محل چھوڑ دیا۔ اس نے اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑ دیا۔ ساتھ ہی اپنے قیمتی کپڑے اور زیورات کو بھی چھوڑ دیا۔ وہ ایک بھکشو کے لباس میں نکل پڑا تا کہ دنیا کے بارے میں جان سکے اور اس جواب کی تلاش کر سکے جو اس کے سارے دکھوں کا خاتمہ کر دے۔

اپنے باپ کا محل چھوڑنے اور بھکشو کے روپ میں زبردست تپسیا کے باوجود گوتم کو آخری خواب نہیں مل سکا اور اس کے بہت سے بھکشوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

یہ سب اور اس سے زیادہ بہت کچھ سجاتا نے سن رکھا تھا۔ اب وہ اس کے گھر کے پاس نرنجن ندی کے کنارے رہ رہا تھا۔

جب وہ وہاں پہ بیٹھ کر سوچنے لگتی۔ سجاتا پرارتھنا کرتی کہ گوتم کو "روشنی" حاصل ہو جائے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ روشنی کیا ہے لیکن وہ یہ جانتی تھی کہ یہ ضرور کوئی غیر معمولی چیز ہوگی جس نے ایک انسان کو گھربار اپنا سب کچھ چھوڑ کر ایک بھکاری بنادیا ہے۔

اس نے سوچا "کیا میں اس کی خواہش کی تکمیل کے لیے کچھ کر سکتی ہوں؟" اس کے بعد اس نے آٹھ سو لوگوں کو کھانا کھلایا اس امید میں کہ شاید یہ کھانا اس تک پہنچ جائے گا۔ لیکن یہ ناکام رہا۔ گوتم ورت دھارن کیے رہا۔ (روزہ رکھے رہا)

اس رات جب سجاتا سونے کے لیے گئی وہ اداس اور پریشان تھی کہ کس طرح وہ اس کے کچھ کام آئے۔ جب اسے نیند آئی تو اس کا آخری تصور یہ تھا کہ گوتم ایک پیڑ کے نیچے تنہا بیٹھا ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے اس کے پاس آکر کہا کہ اس نے برت توڑ دیا ہے اور دوبارہ سے کچھ کھانے کا خواہش مند ہے۔ اسے لگا کہ اس کی پرارتھنا قبول ہوگئی۔

جب صبح کی سپیدی رفتہ رفتہ پہاڑی کے اوپر پھیلنے لگی تو سجاتا اٹھی۔ اس کا پورا وجود خوشی سے جھوم رہا تھا۔ اس نے کھانا بنانے والی رادھا کو جگایا اور رازداری کے ساتھ دونوں نے گھر سے چوری کی اور اپنی آٹھ اچھی گایوں کا دودھ نکالا۔ انہوں نے حفاظت کے ساتھ دودھ کو اچھی طرح ابالا، نئے برتنوں میں اسے چاول کے ساتھ ملایا اور اسے تب تک ابالتی رہی جب تک
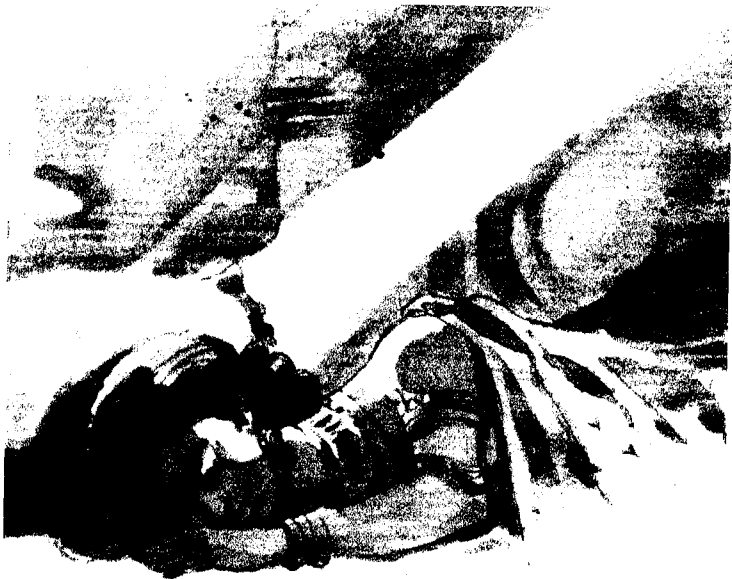
وہ کھانے کے لیے بہتر طور پر تیار نہیں ہو گیا۔

اس خوف سے کہ کہیں گوتم اس کی تیاری سے پہلے کہیں چلا نہ جائے۔ سجاتا نے رادھا کو پیڑ کے نزدیک بھیجا جہاں وہ جانتی تھی کہ گوتم موجود ہو گا۔ لڑکی زبردست حیرت میں واپس آئی اور اس نے کہا "مالکن! پیڑ میں ایک لکڑی کا بھگوان ہے اور سارا علاقہ ویران اور سنسان ہے جیسے وہاں آگ لگ گئی ہو، لیکن کوئی بھی چنگاری دیکھنے کو نہیں ملتی۔

یہ جان کر سجاتا خوشی سے جھوم اٹھی کہ وہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ وہ سونے کا ایک برتن لے آئی اور دودھ چاول کو اس میں رکھ دیا اور اسے ایک سفید ململ کے ایک باریک ٹکڑے سے ڈھک دیا۔ اس نے خود اپنے سر پر اسے لیا اور رادھا خاموشی کے ساتھ اس کے پیچھے ہولی۔ وہ پیپل کے درخت کے پاس گئیں اور سجاتا نے دودھ، چاول کا برتن گوتم کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا "میرے سوامی! میں نے جو کچھ پیش کیا ہے اسے قبول کیجیے۔ آج مجھے ایک حیرت انگیز خوشی کا احساس ہوا ہے"۔ اور اس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے وہ دور چلی گئی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا کیوں کہ اسے گوتم کی خدمت کا موقع ملا تھا۔

گوتم نے چاول کو شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ وہ نہانے کے لیے ندی میں گیا اور کھانے سے پہلے کپڑے بدلے۔ جب اس نے اپنا برت توڑا، اس نے برتن کو لہروں کی جانب یہ کہتے ہوئے پھینک دیا۔ "اگر آج مجھے روشنی حاصل ہو جاتی ہے تو یہ برتن لہروں کے اوپر ہوگا، ورنہ یہ لہروں کے اندر سما جائے گا"۔

بے شک وہ برتن لہروں کے اوپر رہا اور اسی دن بھگوان گوتم بدھ نے زندگی کا ایک نیا راستہ پایا، جس کے ذریعے خود انہیں اور پوری انسانیت کو غموں اور پریشانیوں سے نجات ملی۔
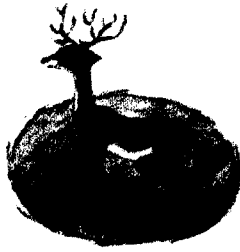
چار دوست

کسی زمانے میں ایک جنگل میں ایک چالاک سیار رہتا تھا۔ وہ تین جانوروں، شیر، چوہے اور نیولے کے ساتھ رہتا تھا۔

ایک دن چاروں دست ٹہلنے کے لیے نکلے۔ انہوں نے ایک خوبصورت ہرن دیکھا۔ انہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے کیوں کہ ہرن بہت تیز رفتار تھا۔

چوہے نے کہا "جب ہرن سو جائے گا، میں اس کے پاؤں کو کتر دوں گا۔ تب وہ بھاگ نہیں پائے گا اور شیر اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔

وہ سبھی رضامند ہوگئے کہ یہ ایک اچھا خیال تھا۔ جب ہرن جنگل میں سو گیا تو چوہا اس کے پیروں کو اس وقت تک کاٹتا رہا جب تک وہ زخمی نہیں ہو گیا۔ ہرن اچھل گیا لیکن وہ کھڑا ہونے کے قابل نہیں تھا۔ شیر جو کہ درخت کے پیچھے چھپا تھا، ہرن پر جھپٹ پڑا اور اسے مار ڈالا۔

گیدڑ نے سوچا۔ "میں ہرن کو خود حاصل کرنا چاہتا تھا اور وہ مجھے ملنا ہی چاہیے تھا"۔ اس نے زور سے کہا۔ میرا خیال ہے کہ ہم سبھوں کو ندی میں نہانا چاہیے۔ تم تینوں چلے جاؤ۔ میں ہرن کی نگرانی کروں گا"۔

شیر پہلے نہا آیا۔ اس نے گیدڑ سے کہا۔ "کیا ہم شروع کر سکتے ہیں۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے"۔

"ہاں" مکار گیدڑ نے کہا "چوہا یہاں تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ہرن کو نہیں چھوئے گا"۔

"کیوں نہیں؟" شیر نے پوچھا۔

گیدڑ بولا۔ "چوہے نے مجھ سے کہا یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک شیر چوہے کے ذریعے پکڑے شکار کو کھائے۔ اس نے ایک ڈرپوک جانور کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیا اور گھر چلا گیا"۔

"میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا"۔ شیر نے کہا "چوہے کو ہی یہ ہرن کھانے دو۔ میں آئندہ کبھی اس کی مدد نہیں لوں گا"۔ وہ جنگل میں چلا گیا۔

تبھی چوہا وہاں آیا۔

"سنو چوہے"! چالاک گیدڑ نے کہا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ نیولے نے مجھ سے کیا کہا؟"

"کیا؟" چوہے نے پوچھا۔
گیدڑ بولا۔ "اس نے کہا ہے کہ وہ ہرن نہیں کھائے گا کیوں کہ یہ شیر کے چھونے سے زہریلا ہو گیا ہے۔اس نے فیصلہ کیا ہے کہ تم ہی اسے کھاؤ"۔

چوہے نے آنکھیں نم کرتے ہوئے کہا۔ "او پیارے کیا واقعی نیولے نے ایسا کہا ہے"۔
"ہاں اس نے کہا ہے"۔ گیدڑ بولا۔

چوہے نے آس پاس دیکھا کہ نیولا چلا آرہا ہے "او پیارے او پیارے"۔ اس نے کہا اور جنگل کی طرف دوڑ گیا۔

"دوسرے لوگ کہاں ہیں؟" نیولے نے اپنے پنجوں کو رگڑتے ہوئے پوچھا۔ "میں نے سوچا نہیں جلدی ہو گی۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے"۔

گیدڑ بہت ہوشیار ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "سنو نیولے۔ میں ہرن کو اکیلے ہی کھانا چاہتا ہوں۔ میں نے شیر اور چوہے کو بھگا دیا ہے اور اب میں تمہیں مارنے جارہا ہوں"۔ اس نے اپنے دانت نکالے اور بہت خوفناک دکھائی دینے لگا۔

"مجھے یقین نہیں آتا"۔ نیولے نے کہا۔ حالاں کہ وہ بہت سہما ہوا لگ رہا تھا۔۔۔ م۔۔۔ میں۔ "مجھے۔۔۔یقین۔۔۔ نہ۔۔۔ نہیں آتا"۔

گیدڑ نے کہا۔ "دیکھ"۔ اور اس نے شیر اور چوہے کے پیروں کے نشان دکھائے جو جنگل کی طرف جاتے تھے۔

"صبح بخیر۔ بہت نرمی کے ساتھ گیدڑ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے اس نے کہا اور خاموشی کے ساتھ جنگل کی طرف جانے لگا۔ "سچ مچ مجھے اتنی زیادہ بھوک نہیں لگی ہے۔" وہ مڑا اور ہر ممکن تیزی کے ساتھ جنگل کی طرف دوڑ پڑا۔ جب وہ کسی محفوظ جگہ پر پہنچ گیا تبھی اس نے چین کی سانس لی۔
اور گیدڑ نے کیا کیا؟ وہ ہنسا اور خوب ہنسا اور آرام کے ساتھ ایک بہتر دعوت اڑانے کے لیے بیٹھ گیا۔

چالاک شہزادہ

1

کسی زمانے میں اودے گیری شہر پر لوک دیپا نام کا راجہ حکومت کرتا تھا۔ اس کے سات ذہین لڑکے تھے۔ ہر ایک کے لیے اس نے ایک محل بنوایا تھا۔ ایک دن راجہ اور رانی اپنے محل کے سب سے اوپری حصہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پورے چاند کی رات اور چاندنی میں پوری دنیا پرستان معلوم ہو رہی تھی۔ وہ گھڑی اتنی سہانی تھی کہ راجہ نے ہر لڑکے کے یہاں جانے کا فیصلہ کیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

وہ پہلے شہزادے کے محل میں گیا۔ "میرے بیٹے"۔ اس نے کہا "کیا یہ خوبصورت رات نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

شہزادے نے جواب دیا" بابا میں فوج اکٹھا کرنا چاہوں گا۔ گھوڑے، ہاتھی، اور پڑوسی ریاستوں کو فتح کرنا چاہوں گا"۔

راجہ خوش ہوا اور دوسرے شہزادے کے محل میں گیا۔ "میرے بیٹے"۔ اس نے کہا۔ "کیا یہ خوبصورت رات نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

دوسرے شہزادے نے کہا۔ "بابا میں زمین کو جوتنا اور کاشتکاری کرنا چاہوں گا"۔

"بہت خوب" راجہ نے کہا۔ وہ اپنے لڑکے کی لگن سے خوش ہو گیا۔ وہ اپنے تیسرے لڑکے کے محل میں گیا۔ "میرے بیٹے"۔ اس نے کہا "کیا یہ رات خوبصورت نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

تیسرے شہزادے نے جواب دیا" یہ وقت بہت خوش گوار ہے اس لیے میں گاؤں گاؤں جا کر اپنی ریاست کے تمام لوگوں سے ملنا چاہوں گا"۔

"یہ ایک بہتر خیال ہے"۔ راجہ نے کہا اور چوتھے لڑکے کو دیکھنے کے لیے چلا۔ محل میں آنے کے بعد اس نے کہا" پیارے بیٹے۔ کیا یہ خوبصورت رات نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

"او بابا" شہزادے نے جواب دیا۔ "میں چاہوں گا کہ سبھی مویشی کھیت جوتنے میں لگ جائیں کیوں کہ خوش گوار چاندنی میں انہیں اپنا کام کرنے میں زیادہ راحت محسوس ہو گی"۔

راجہ اب پانچویں شہزادے کے محل میں آیا۔ اس نے کہا۔ "پیارے شہزادے۔ کیا یہ خوبصورت رات نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

"اچھے بابا"! شہزادے نے جواب دیا۔ "میں جنگل میں شکار کھیلنے کے لیے جانا چاہوں گا"۔

راجہ چھٹے شہزادے کے محل میں گیا۔ اس نے کہا۔ "پیارے بیٹے کیا یہ خوبصورت رات نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

"اوبابا"۔ شہزادے نے نرمی سے کہا۔ "میں ایک معمولی قلی بننا چاہوں گا اور اس حسین رات میں سخت محنت کرنا چاہوں گا"۔

راجہ اپنے چھے شہزادوں کے جواب سے خوش ہوا۔ وہ اپنے چھوٹے اور پسندیدہ لڑکے کے محل کی طرف چل پڑا۔ اس نے سوچا "یقینی طور سے اس کا جواب سب سے بہتر ہوگا کیوں کہ خوبصورتی اور ذہانت میں وہ اپنے تمام بھائیوں سے بہتر تھا۔

جب وہ ساتویں لڑکے کے محل میں پہنچا تو اس نے بے صبری سے کہا۔ "عزیز بیٹے! کیا یہ خوبصورت رات نہیں؟ تم ایسی حسین رات میں کیا کرنا چاہو گے؟"

اپنے والد کو خوش آمدید کہنے کے بعد شہزادہ آگے آیا اور احترام کے ساتھ ان کے قدموں کا بوسہ لیا۔ وہ انہیں محل کے اندر لے گیا اور انہیں آرام سے بٹھانے کے بعد اس نے جواب دیا۔ ”پیارے بابا کیا آپ جانتے ہیں کہ میں اس حسین اور پر نور رات میں کیا کرنا چاہوں گا؟“ ”میں دنیا کا بادشاہ بننا چاہوں گا اور اپنے تخت پر آرام سے بیٹھوں گا۔ میں چاہوں گا کہ سورگ کے دیوتا اندر کی بیٹی مجھے پان کھلائے میں چاہوں گا کہ اگنی دیوتا کی لڑکی میرے قدموں میں بیٹھے، سمندر کے دیوتا ورن کی لڑکی سنگیت سے میرا من بہلائے اور سب سے طاقت ور پاتال کے ناگ راج کار کوٹکا کی لڑکی مجھے پنکھا جھلے“۔

ان احمقانہ خواہشوں کو سننے کے بعد راجہ لوک دیپا کو طیش آ گیا۔ اس کے دوسرے تمام لڑکوں نے سنجیدہ جواب دیے تھے اور یہاں ان کا ہر دل عزیز لڑکا اوٹ پٹانگ اور بے سر و پیر کی گفتگو کر رہا ہے“۔

وہ چلایا۔ ”تم ایک بے کار لڑکے ہو، اور تمہاری ساری تربیت اکارت چلی گئی۔ میرے نظروں سے دور ہو جاؤ اور میرے راج میں اپنا چہرہ مجھے دوبارہ نہ دکھانا“۔

ساتواں شہزادہ جس کا نام جکتل پرتاپ تھا، جسے ہم شہزادہ پرتاپ کہیں گے۔ اپنے والد کی باتیں سن کر اداس ہو گیا۔ اس نے اپنے کچھ ضروری سامان اکٹھا کیا اور اپنی ماں سے جانے کے لیے اجازت لینے چلا گیا۔ اس نے ایک تھیلے میں اُسے ایک ہزار سونے کے سکّے دیے اور دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگی۔ ”میرے پیارے بچے! تمہارے بابا بہت غصے میں ہیں اور ابھی میرے کچھ کہنے کا بھی کوئی اثر نہیں ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بعد میں اپنا ذہن بدل لیں گے۔ تب تم ضرور واپس آ جانا“۔

شہزادہ پرتاپ نے اب ایک دو معمولی لباس زیب تن کیا اور جنگلوں میں بھٹکتا ہوا ایک بوڑھی عورت کی چھوٹی سی جھونپڑی میں پہنچا۔ ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھتے ہی اس نے خوشی سے اسے اپنا نوکر بنا لیا۔ اس کا کام اس کی بھینسوں کو صبح سویرے چرانے کے لیے لے جانا اور سورج غروب ہوتے ہی واپس لانا تھا، جب وہ اچھی چرائی کر لیتیں۔ بوڑھی عورت

نے صرف ایک شرط رکھی۔ شہزادہ پورب، پچھم اور دکھن کی جانب جا سکتا ہے لیکن کسی بھی حالت میں اسے اجازت نہیں تھی کہ وہ جانوروں کو لے کر اُتر کی جانب جائے۔

شہزادے کا تجسس بڑھنے لگا۔ ایک ہفتے کے بعد وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ بھینسوں کو چرانے کی غرض سے اتر کی جانب لے گیا۔ وہ پیڑوں کے ایک گھنے جھنڈ کے پاس آیا۔

2

مویشیوں کو چرتا چھوڑ کر وہ ایک پیڑ پر چڑھ گیا اور بیٹھ کر اس کے مزیدار پھل کھانے لگا۔ قریب ہی ایک تالاب تھا اور وہاں اس نے ایک بہت ہی دل فریب نظارا دیکھا۔ بے حد حسین و جمیل دوشیزہ تالاب میں نہا رہی تھی۔ اس نے اپنے کپڑے ندی کے کنارے چھوڑ دیے تھے۔

یہ دوشیزہ کوئی اور نہیں بلکہ اندر کی لڑکی تھی اور اس نے سورگ (جنت) سے اس جگہ کا انتخاب نہانے کے لیے کیا تھا۔ پرتاپ جو اس کی خوب صورتی سے بے پناہ متاثر ہوا تھا۔ خاموشی کے ساتھ دبے پاؤں تالاب کے کنارے گیا۔ وہ اس کے کپڑے لے کر بھاگنے لگا لیکن اس نے دیکھ لیا اور اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے چلانے لگی "مڑ کر میری طرف دیکھو"۔ شہزادے نے ایک لمحے کے لیے بھی مُڑ کر دیکھنا گوارہ نہ کیا، لیکن جیسے ہی وہ تیزی سے مڑا اگلے ہی پل پتھر میں تبدیل ہو گیا۔ اسی وجہ سے بوڑھی عورت نے اسے آگاہ کیا تھا کہ وہ اتر کی جانب نہ جائے۔ اندر کی لڑکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ سورگ (جنت) میں واپس چلی گئی۔

اس شام بوڑھی عورت نے بہت دیر تک پرتاپ کی راہ دیکھی۔ جب بھینس اس کے بغیر واپس آگئیں تو اسے محسوس ہوا کہ کیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ وہ جنگل کی جانب بھاگی۔ اسے تھوڑا بہت جادو آتا تھا اور جب اس نے پرتاپ کو پایا اس نے جادو کا استعمال کیا اور وہ اپنی پہلی حالت میں واپس لوٹ آیا۔ تب اس نے بات نہ ماننے کے لیے اسے بہت برا بھلا کہا۔

شہزادے نے اداس ہو کر سب کچھ سنا اور پھر کہا "پیاری دادی ماں، مجھے نصیحت دینے کا کوئی

فائدہ نہیں۔ میں تالاب کے پاس اس لڑکی کے پیار میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ آپ کو چاہیے کہ ہر طرح میری مدد کریں تاکہ میں اس سے شادی کر سکوں"۔

"کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوشیزہ کون تھی۔ وہ اندر کی بیٹی ہے"۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

شہزادہ مسکرایا لیکن کچھ کہہ نہیں پایا۔ صرف اتنا ہی کہہ سکا کہ اس نے دوشیزہ کو اپنا دل دے دیا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ بہت زیادہ سنجیدہ ہے، بوڑھی عورت اس کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔

اگلی صبح اس نے کہا "میرے بچے، آج تالاب کی طرف جاؤ اور اپنے آپ کو درختوں میں چھپا لو۔ جب اندر کی لڑکی پانی میں داخل ہو، تم اس کے اتارے ہوئے سفید کپڑوں کو چرالو اور جتنی تیزی کے ساتھ ممکن ہو اس جھونپڑی میں بھاگ آ۔ لیکن میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ کبھی مت مڑنا اور اس کی طرف بالکل نہ دیکھنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں دوبارہ پھر کبھی تمھاری مدد نہیں کر پاؤں گی۔

کچھ دیر کے بعد شہزادہ دوڑتا ہوا اپنے ہاتھوں میں کپڑا لیے بھاگا آیا۔ بوڑھی عورت جو راہ دیکھ رہی تھی، اس نے فوراً پانی کے قطرے اس پر چھڑکے اور شہزادہ ایک چھوٹا سا بچہ بن گیا۔ اس نے شہزادے کے جانگھ کو چیر دیا جو اس کے جادو کی وجہ سے قطعی تکلیف دہ ثابت نہیں ہوا۔ اس نے سفید کپڑا اس کے اندر چھپا دیا اور شگاف کی سلائی کر دی۔

ٹھیک اسی وقت اندر کی لڑکی جھونپڑی میں دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے بوڑھی عورت کو دیکھا اور پوچھا کہ کیا انہوں نے اس جانب کسی نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا ہے۔ بوڑھی عورت نے انکار کیا اور اندر کی لڑکی کو اپنی ساڑی پہننے کے لیے دی۔ بوڑھی عورت نے اسے کچھ دن اپنے یہاں قیام کرنے کے لیے بھی کہا۔ اپنے کپڑوں کے بغیر اندر کی لڑکی سورگ واپس نہیں جا سکتی تھی۔ اس لیے اس نے فیصلہ کیا کہ جب تک وہ کپڑے تلاش نہ کر لے، بوڑھی عورت کے ہی ساتھ رہے گی۔

بوڑھی عورت اپنا زیادہ تر وقت اندر کی لڑکی کو پرتاپ کے متعلق بتانے میں گزارتی اور اس کے حسن کی تعریفیں کرتی۔ بوڑھی عورت کی باتیں سن کر اندر کی لڑکی اس نوجوان کے عشق میں گرفتار ہو گئی اور اس سے شادی کے لیے رضامند ہو گئی۔ رازداری سے اس رات بوڑھی عورت نے پرتاپ کو ایک بار پھر نوجوان کے روپ میں تبدیل کر دیا اور اندر کی لڑکی سے اس کی شادی ہو گئی۔ وہ لوگ خوشی خوشی کئی مہینوں تک بوڑھی عورت کے ساتھ رہتے رہے۔

ایک دن بوڑھی عورت نے پرتاپ کو کنارے بلایا اور اس سے کہا "۔ میرے پیارے بچے۔ مجھے تم دونوں اپنے بچوں کی طرح عزیز ہو۔ لیکن تمہاری بہتری کی خاطر میں سوچتی ہوں کہ

تمھیں جنگل کو چھوڑ کر ایک شہزادے کی طرح زندگی گزارنی چاہیے کہ اب تو تم نے اندر کی لڑکی سے شادی بھی کر لی ہے۔ کوئی عذر پیش نہ کرو۔ وہ کپڑے دے دو جو میں نے تمھاری جانگھ میں چھپا دیے تھے۔ تم صرف اسے کسی اور کو اسی وقت دینا جب تم شکار پر جاؤ یا کسی خطرناک مہم پر اور اگر کسی طرح تمہاری موت ہو جاتی ہے تو اندر کی لڑکی کبھی اپنے والد کے پاس نہیں جا پائے گی اور یہ انصاف نہیں ہو گا"۔

3

اگلی صبح شہزادہ اور اس کی دلہن ساتھ نکلے۔ شام کو وہ ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ تھکان محسوس ہوئی تو وہ ایک تالاب میں گئے اور ہاتھ پاؤں دھونے کے بعد آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اس شہر کا وزیر اس راستے سے گزر رہا تھا۔ جب اس نے شہزادی کی بے مثال خوبصورتی دیکھی تو وہ دنگ رہ گیا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ اس حور کو راجہ کے پاس لے جائے تو وہ زیادہ طاقت ور ہو جائے گا۔ وہ شہزادے کے پاس گیا اور دوستانہ خلوص کے ساتھ دریافت کیا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔

شہزادے نے جواب دیا کہ وہ سفر میں ہے لیکن اب اسے کسی کام کی تلاش ہے۔ وزیر نے فوراً بادشاہ کی دیکھ ریکھ کے لیے خاص محافظ کی تجویز رکھی۔ اسے ایک خوبصورت گھر رہنے کے لیے دیا۔ شہزادہ دن بھر راجہ کی راہ دیکھتا رہا اور رات میں گھر واپس چلا آیا۔ شہزادہ اور شہزادی بہت خوش تھے کہ انہیں رہنے کے لیے ایک خوبصورت جگہ مل گئی تھی۔

مہینے کے آخر میں بدمعاش وزیر راجہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا۔

"خوبصورت شہزادی اپنے شوہر کو دل و جان سے چاہتی ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے آپ اسے اپنی رانی کبھی نہیں بنا سکتے۔ میرے پاس ایک بہت اچھا منصوبہ ہے۔ عالی جناب کو ایک شدید قسم کے درد کا بہانہ کرنا ہو گا، جس کا علاج سب سے زیادہ زہریلے ناگ کا زہر ہو گا۔ ہم یہ تقاضا کریں گے کہ شہزادہ وہ زہر لے کر آئے اور اگر وہ ناکام ہوا، جو اسے ہونا ہی ہے، تو ہم اسے نکال دیئے جانے کا حکم دیں گے"۔

جب شہزادے نے راجہ کا حکم سنا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ وہ اس شام گھر پہنچا تو فکر مند تھا۔ شہزادی نے فوراً دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ جب اس نے راجہ کا مدعا سُنا، اس نے نرمی سے کہا۔ "میرے سوامی! آپ نے کیوں مجھے فوراً نہیں بتلایا۔ جب میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ کو خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ محل میں جائیے اور ان سے کہہ دیجیے کہ آپ کو زہر نکالنے میں تین دن لگیں گے۔ شہزادے نے ایسا ہی کیا اور گھر واپس چلا آیا۔

"پیارے شہزادے۔ میں نے اپنے چچا کارکوٹکا کو ایک خط لکھا ہے۔ برائے مہربان اسے جنگل کے کسی بھی سوراخ میں پہنچادیں"۔

شہزادے نے ویسا ہی کیا جیسا اس سے کہا گیا تھا اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب زمین سے ہزاروں ناگ پالکی لیے باہر نکلے جس میں اسے بٹھا کر کارکوٹکا کے محل میں لے جایا گیا۔ ناگ راج نے اس کا زبردست استقبال کا اور اسے ایک چھوٹا صندوقچہ دیا جس میں سب سے زیادہ خطرناک زہر موجود تھا۔ اندر کی لڑکی نے اپنے چچا کو خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو شہزادے کی زوجیت میں دے۔ اس طرح شہزادہ پرتاپ جب محل میں واپس لوٹا، تو نہ صرف اس کے پاس زہر تھا بلکہ ایک اور دیدہ زیب دلہن بھی تھی۔

اگلی صبح وہ صندوقچے کو راجہ کے پاس لے گیا۔ راجہ اسے جلدی کھولنا چاہتا تھا لیکن پرتاپ نے آگاہ کیا کہ زہر اتنا خطرناک ہے کہ وہ سارے محل کو جلا کر خاک کر دے گا۔ راجہ نے ہر ایک سے کہہ دیا کہ جدھر ہوا کا رخ ہو وہاں سے دور ہٹ کر کھڑا رہے۔ تب اس نے بکس کھولا۔ زہر کی ہولناکی ہوا میں پھیل گئی اور اس سمت سے سارے درخت اور جھاڑیاں تھرتھرانے لگے۔ ہر آدمی یہ جان گیا کہ شہزادہ بہت طاقت ور ہے۔

وہ نوکر جو ہر مہینے شہزادے کی تنخواہ لے کر آتے تھے، اس اطلاع کے ساتھ واپس آئے کہ اب شہزادے کے محل میں دو حسین عورتیں ہیں۔ وزیر کے حسد کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس نے راجہ کو پیٹ کے درد کی وجہ سے بیمار ہو جانے کی گزارش کی اور پرتاپ سے کہا کہ ان کے علاج کے لیے سمندر کی سب سے بڑی مچھلی کا روغن لائے۔

شہزادہ اداس ہو کر گھر گیا۔ اس کی بیویوں نے گزارش کی اور جب انہوں نے سنا، وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں اور شہزادے سے کہا کہ پریشان نہ ہو۔

انہوں نے کہا "راجہ کے پاس جائیے اور ان سے کہیے کہ آپ کو مچھلی کا روغن لانے کے لیے پانچ روز کا وقت چاہیے۔

4

چار دنوں تک پرتاپ کی بیویوں نے اسے گھر پر آرام کرنے کے لیے کہا۔ پانچویں صبح اندر اور کار کوٹکا کی لڑکیوں نے اپنے چاچا سمندر دیوتا ورون کو خط لکھا کہ سمندر کی سب سے بڑی مچھلی کا روغن بھیج دے۔ ساتھ ہی اپنی لڑکی کو شہزادے کی زوجیت میں دے دے۔ انہوں نے شہزادے سے کہا کہ سمندر میں جائے اور اس خط کو پانیوں میں پھینک دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

ایک گھڑیال نے اپنے منہ میں خط کو لیا اور اسے ورون کے پاس لے گیا۔ سمندر سے ایک سونے کی کشتی نکلی جسے ڈولفن مچھلیاں چلا رہی تھیں۔ اس میں شہزادے کو سمندر کے اندر ورون کے محل میں لے جایا گیا۔ یہاں ایک دل فریب شادی کا انتظام کیا گیا اور شہزادہ ورون کی لڑکی کو اپنے محل میں لے گیا۔ وہ واپس لوٹ کر ورون کی راجدھانی پہنچا تاکہ سب سے بڑی مچھلی کا روغن ایک صندوقچے میں لے سکے۔

پرتاپ ایک بہت بڑے گھڑیال کی پیٹھ پر بیٹھ کر پانی کے کنارے آیا۔ بہت سے لوگ جو سمندر میں نہا رہے تھے۔ انہوں نے اسے آتے دیکھا۔ یہ خبر فوراً شہر میں پھیل گئی اور ایک زبردست بھیڑ راجہ اور وزیر کے ساتھ، ساحل پر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

شہزادے نے صندوقچہ راجہ کے حوالے کیا اور گھر چلا گیا جہاں اس کی تین بیویاں بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

اب وزیر پہلے کے مقابلے میں اور زیادہ جلنے لگا جب مہینے کے آخر میں نوکروں نے یہ بتایا کہ شہزادے کے یہاں تین خوبصورت بیویاں ہیں۔ اس کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ وہ اب کسی بھی طرح شہزادے کی موت دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ راجہ کے پاس گیا اور کہا۔ "عالی جناب میں نے آخرکار شہزادے کی موت کا ایک راستہ تلاش کر لیا ہے۔ ہم سبھی اپنے مرے ہوئے بزرگوں کو خط لکھیں گے اور اس سے کہیں گے کہ وہ یہ خط انہیں پہنچا دے اور پھر اس کا جواب واپس لے آئے۔ یہ بالکل ناممکن کام ہے۔ جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں لوٹ سکتا۔

راجہ جو بلاشبہ بہت بے وقوف تھا، وزیر کو ڈانٹنے کے بجائے فوراً ہی رضامند ہو گیا۔ شہر کے تمام باشندوں نے اپنے مردہ رشتے داروں کو خطوط لکھے اور وسیع گٹھر شہزادے کو دیا گیا۔

اس مرتبہ پرتاپ واقعی پریشان ہو گیا۔ شروع میں اس نے اپنی بیویوں کو کچھ نہیں بتایا لیکن

وہ سب جاننے کے لیے اتنی بے چین تھیں کہ آخر کار اس نے خطوں کا گٹھر انہیں دکھایا اور اپنی الجھن کا سبب بتایا۔ اب اندر کی لڑکی سمجھ گئی کہ وزیر نے شہزادے سے کیوں یہ مشکل کام کرائے ہیں۔ اس نے اپنی بہنوں کو اپنے پاس بلایا اور فیصلہ کیا کہ اب راجہ اور وزیر کو ان کے کمینگی کے لیے سزا ملنی چاہیے۔

ان لوگوں نے کہا کہ راجہ سے جواب کے لیے ایک ہفتے کا وقت مانگ لیں۔

ہفتے بھر وہ شہزادیاں خود ہی خطوں کا جواب لکھنے میں مصروف رہیں۔ ان خطوں کو انہوں نے ایک گٹھر میں باندھا اور ان کے ساتھ انہوں نے اگنی دیوتا کو ایک خط لکھا اور گزارش کی کہ جب ان کے شوہر آگ میں کودیں تو وہ ان کی حفاظت کرے۔ اس دوران وزیر نے ایک بہت بڑا گڈھا کھدوایا جہاں ایک بھیانک آگ لگائی گئی۔ آٹھویں دن شہزادہ گڈھے کے پاس گیا اور اگنی دیوتا کے اندر سارے خطوط پھینک دیے۔ اس کے بعد وہ خود آگ میں کود پڑا اور جو لوگ اسے دیکھ رہے تھے انہیں کل آنے کے لیے کہا۔

5

جب شہزادہ آگ میں کود گیا، رحم دل بازوؤں نے اسے تھاما اور اگنی کے گھر میں لے گئے۔ اندر زمین کے بہت اندر وہ ایک حیرت انگیز مقام پر پہنچا۔ چمکتے ہوئے راستے کے دونوں طرف سنہرے پیڑوں پر زیورات کے پھل لگے ہوئے تھے جو اگنی کے محل تک جاتے تھے۔ سارا محل لال سنگ مرمر سے بنا ہوا تھا اور کچھ دوری پر سورج کی مانند کوئی چیز پوری طرح منور تھی۔ شہزادے نے اگنی دیوتا کے سامنے سر جھکا دیا اور شہزادیوں کی جانب سے سلام عرض کیا۔

اگنی نے خط پڑھا اور اسی رات پرتاپ سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ شہزادے نے خاموشی کے ساتھ اسے اپنے محل میں بھیج دیا کیوں کہ اسے دوسرے دن لوگوں کے سامنے حاضر ہونا تھا۔

صبح سویرے ہزاروں لوگ گڈھے کے چاروں طرف انتظار کرنے لگے۔ انہیں یہ قطعی

یقین نہیں تھا کہ وہ اب دوبارہ شہزادے کو دیکھ سکیں گے۔ وزیر اپنی خوشی پر مشکل سے ہی قابو رکھ پا رہا تھا کیوں کہ اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس نے نوجوان کا خاتمہ کر دیا۔

لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ آگ کے شعلے اچانک الگ ہو گئے اور اس کے درمیان سے شہزادہ باہر آیا۔ نہ صرف وہ بالکل صحیح سالم تھا بلکہ اس نے بہت قیمتی

کپڑے اور خوبصورت گہنے بھی پہن رکھے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے خطوط تقسیم کیے اور ہر ایک سے کہا کہ ان کے تمام رشتے داروں نے اس کا بہتر استقبال کیا۔

لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور سوالات کرنے لگے۔ پرتاپ نے کہا کہ زمین کے اندر سبھی لوگ خوش اور خوشحال ہیں۔ اب شہر کے لوگوں کی شدید خواہش تھی کہ وہ ان کی زیارت کریں۔ بے تابی کے ساتھ انہوں نے ایک بہت وسیع و عریض گڈھا کھودا اور اس میں زبردست لپکتی ہوئی آگ روشن کی۔

راجہ، وزیر اور تمام شہری اپنے مرے ہوئے آباواجداد کا حال جاننے کے لیے فوراً آگ میں کود پڑے اور جل کر خاک ہو گئے۔ اس طرح بادشاہ اور وزیر کی سازشیں ختم ہوئیں۔

شہزادہ پرتاپ نے حاصل کیا ہوا وہ شہر اپنے ایک نوکر کو دے دیا۔ اپنی چار بیویوں کے ہمراہ اب وہ نئے جاں بازی کے کاموں کی تلاش میں نکل پڑا۔

کئی دنوں تک وہ سفر کرتے رہے اور شہروں اور قصبوں کے مختلف مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

ایک رات وہ ایک گھنے جنگل میں داخل ہوئے۔ اندر کی لڑکی نے کہا۔ ”پیارے سوامی! اب ہمارے لیے آرام کا وقت ہے۔ ہمیں اپنا گھر یہیں بنانا چاہیے۔ میں اس جنگل کو زمین کے خوبصورت شہر میں تبدیل کر دوں گی اور آپ یہاں کے بادشاہ ہوں گے“۔

’جیسی تمہاری خواہش ہے کرو“۔ شہزادے نے جواب دیا۔ جیسے ہی اس نے کہا ویسے ہی ایک بے حد خوبصورت شہر آباد ہو گیا جیسا اس سے قبل کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ ہر عمارت دلفریبی اور کشش میں دوسرے پر سبقت رکھتی تھی۔ چوڑی سڑکوں کے کنارے درخت لگے تھے، خریداروں کو لبھانے کے لیے دکانیں تھیں، اسکول، اسپتال، کھیل کے میدان اور تفریح کے مختلف مقامات موجود تھے۔

یہاں تک کہ گھوڑے اور ہاتھیوں کو بھی فراموش نہیں کیا گیا تھا اور ان کے لیے اصطبل میں الگ الگ تھان بنے تھے۔

اب ورون کی لڑکی نے ہاتھ اوپر اٹھایا اور نئے شہر کے اوپر پھیلایا۔ اچانک وہاں ایک دندناتی ندی وجود میں آئی جو شہر کے بیچوں بیچ بہنے لگی۔ سوکھے تالاب اور گہرے کنویں صاف و شفاف پانی سے بھر گئے۔

کار کوٹکا کی لڑکی نے ہوا میں کچھ پڑھ کے پھونکا اور فوراً درخت اور جھاڑیاں پھولوں اور پھلوں سے لد گئیں۔

اگنی کی لڑکی نے بہت نرمی کے ساتھ سانس لیتے ہوئے شہر کے اوپر پھونکا۔ تب شہر لوگوں سے بھر گیا اور عظیم حکمران جکتل پرتاپ کی حکومت قائم ہوئی۔

اس شام پرتاپ اپنے محل کے اوپری حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اندر کی لڑکی نے اس کے کھانے کے لیے پھول کی پتیوں اور خوشبودار مسالے سے لذیذ غذا تیار کی۔ اگنی کی لڑکی اس کی خدمت کے لیے قدموں میں بیٹھ گئی۔ ورون کی لڑکی نے وینا بجایا اور گانا سنایا۔ کار کوٹکا کی لڑکی اسے بیٹھ کر مور کے پنکھوں سے ہوا جھلتی رہی۔

بادشاہ نے سوچا "اگر میرے بابا بھی مجھے دیکھ پاتے تو یقیناً حیرت زدہ رہ جاتے"۔

اب اس بادشاہ کو کچھ دیر کے لیے چھوڑ کر یہ دیکھا جائے کہ اس کے بابا، اودے گیری کے راجہ لوک دیپا کے ساتھ کیا واقعات رونما ہوئے۔

6

اس کی کہانی بلاشبہ بہت دردناک تھی۔ جیسے ہی اس نے اپنے ساتویں لڑکے کو نکالا تھا، اس نے پڑوسی راجہ کے ہاتھوں اپنی سلطنت گنوا دی تھی۔ راجہ، رانی اور اس کے چھ لڑکے گھر والوں کے ہمراہ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ پاس کے ایک جنگل میں بھاگنے کے بعد اب وہ لکڑہارے کے طور پر اپنی زندگی گزار رہے تھے اور انہیں کسی بھی طرح امید نہیں تھی کہ اب وہ اپنی سلطنت کبھی دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اتفاق یہ ہوا کہ ایک مرتبہ وہ لکڑیاں بیچنے بادشاہ پرتاپ کی جادو نگری میں آئے۔

راجہ کی ماں کئی برسوں کی غریبی کے بعد غذا کے بغیر بہت کمزور ہو گئی تھی۔ وہ کچھ دیر آرام کی غرض سے بیٹھی لیکن دوپہر کی تیز دھوپ کی شدت برداشت نہ کر سکی اور غش کھا کر ان ہی سیڑھیوں پر گر پڑی جہاں اس کے بیٹے کا محل تھا۔ نوکروں نے غریب عورت کو راجہ کے سامنے پیش کیا۔

اسے ایک عجیب دھچکا لگا اور وہ یہ دیکھ کر بے حد مایوس ہو گیا کہ وہ بوڑھی عورت کوئی اور نہیں بلکہ اس کی اپنی ماں تھی۔ اس نے فوراً اپنی بیویوں کو بلوایا جنھوں نے بہت آرام کے ساتھ اٹھا کر انہیں ایک آرام دہ بستر پر لٹایا، تاکہ وہاں تمام ضرورتوں کی تکمیل ہو سکے۔ تب وہ غشی سے بیدار ہوئی اور اس نے جیتی جاگتی پریوں کو دیکھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو نہیں پہچانا کیوں کہ وہ کافی تبدیل ہو چکا تھا۔ جب اس نے یہ بتایا کہ وہ کون ہے اور گھر چھوڑنے کے بعد کیا کیا حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے تو اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ پیغامبروں کو بھیجا گیا کہ وہ راجہ اور اس کے تمام بھائیوں کو تلاش کر کے لائیں۔ راجہ جو کہ اپنے پسندیدہ لڑکے کو گھر سے نکالنے کے بعد کبھی رنجیدہ نہیں ہوا تھا۔ اب معافی کا خواستگار تھا۔ راجہ پرتاپ جس کا دل ہمیشہ انکساری سے پُر ہوتا، اس نے اپنے والد کو اس جادو نگری کا حکمراں بنا دیا۔ وہ اور اس کے چھ بھائی اب وزیر بن گئے۔

ایک مکمل سال بہت خوشی اور سکون میں گزر گیا۔ اس شہر کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی اور بہت سے سیاح اس کے عجوبوں کو دیکھنے کے لیے آنے لگے۔

ایک دن پرتاپ نے پاس کے ایک جنگل میں ایک بڑے شکار کا اہتمام کیا۔ اس بوڑھی عورت کی ہدایت کو یاد کر کے پرتاپ نے سفید جادوئی کپڑے اپنی جانگھ سے باہر نکال دیے۔ علیحدگی میں اپنی ماں سے بات چیت کے دوران اس نے کہا کہ انہیں حفاظت سے رکھ دے اور کسی بھی قیمت پر اسے کسی اور کو ہرگز نہ دے۔ وہ تب اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکار پر چلا گیا۔

اندر کی لڑکی جو کبھی اپنے شوہر سے دور نہیں رہتی تھی۔ اس نے ماں کے ساتھ اس کی گفتگو سن لی تھی۔ اس نے کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی تھی کہ آخر اس کے کپڑے کہاں ہیں اور یہ جان کر اسے سخت حیرت ہوئی کہ وہ اب تک اس کے شوہر کی جانگھ میں تھی۔ اس نے اپنی تین بہنوں کو بلایا اور اپنی ساس کے پاس گئی۔ انہوں نے اپنی میٹھی باتوں سے اس کا دل موہ لیا اور کہا کہ انہیں وہ چیز دکھائے جو اس کے لڑکے نے رکھنے کے لیے دی ہے۔

سیدھی سادی معصوم رانی نے اس پریوں پر بالکل شک نہیں کیا اور انہیں کپڑا دے دیا۔

اندر کی لڑکی نے اسے اپنے بازوؤں میں پہنا اور پلک جھپکتے ہی چاروں پریاں غائب ہو گئیں۔ ان کے غائب ہوتے ہی شہر ایک بار پھر سے گھنے جنگل میں تبدیل ہو گیا اور اس کی شان و شوکت کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

اُن جنگلوں میں جہاں پرتاپ اور اس کے بھائی شکار کھیل رہے تھے۔ سارے گھوڑے اور دورباری غائب ہو گئے۔

شہزادہ پرتاپ فوراً جان گیا کہ کیا ہوا ہے۔ وہ اور اس کے بھائی اس جگہ بھاگتے ہوئے پہنچے جہاں محل تھا اور وہاں دیکھا کہ ان کی ماں اپنے آپ کو کوس رہی ہے۔

"یہ سب میری غلطی ہے کہ میں نے سفید کپڑے انہیں دے دیے"۔

شہزادے نے اپنے ماں کی ڈھارس بندھائی اور جہاں تک ممکن تھا اس نے گھر والوں کو زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کی۔ اب وہ اپنی چاروں بیویوں کو دوبارہ تلاش کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ فطری طور پر اسے اپنی ہمدرد اور محافظ جنگل کی بوڑھی عورت کا خیال آیا جو اس مقام سے بہت دور رہتی تھی۔ لیکن مضبوط دل اور حوصلے کے ساتھ اس نے ایک لمبے سفر کی شروعات کی۔

راستے میں شہزادہ پرتاپ کو ایک بڑی ندی پار کرنا پڑی۔ وہ ایک اچھا تیراک تھا۔ بلا خوف وہ پانی میں کود پڑا۔ آدھا سفر طے کرنے کے بعد اس نے دیکھا کہ چیونٹیوں کی ایک جماعت اپنی زندگی کے لیے جدو جہد کر رہی ہے۔ وہ تیرتا ہوا ادھر گیا اور ندی پار کرانے میں ان کی مدد کی۔ کنارے پر پہنچنے کے بعد چیونٹیوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ "پیارے دوست! تم نے ہماری جان بچائی۔ ہم بہت احسان مند ہیں۔ اگر کسی وقت تمہیں ہماری ضرورت ہو، صرف زور سے یہ کہہ دینا"۔ انہوں نے شہزادے کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔

انہیں الوداع کہنے کے بعد شہزادہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک ایک وسیع ریگستان نہیں آ گیا۔ اس نے جلتی ہوئی ریت کو پار کرنا چاہا تو اس نے ایک آواز سنی جو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا تو ایک چھوٹے سے مینڈک پر اس کی نگاہ پڑی جو کہ سخت گرمی کی وجہ سے مر رہا تھا۔ وہ اسے نرمی کے ساتھ وہاں سے اٹھا لایا اور ریگستان ختم ہونے کے بعد پانی سے بھرے ایک تالاب میں اسے چھوڑ دیا۔ مینڈک نے صدق دل سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ "پیارے دوست! جب کبھی بھی تم ضرورت محسوس کرو، صرف یہ کہہ دینا"۔ اور اس نے شہزادے کے کان میں سرگوشی کی۔

اس وقت تک شہزادہ بھوک اور پیاس سے کمزور ہو چلا تھا۔ اسے چلنے میں دشواری ہو رہی

تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ کسی بھی طرح اسے بوڑھی عورت کے گھر پہنچنا ہے۔ وہ اب اس جنگل کے کنارے چلا آیا جہاں وہ رہتی تھی۔ جیسے ہی وہ بے ہوش ہو کر گرنے والا تھا، اس نے ایک مدھم آواز سنی اور اسے لگا کہ کوئی اس کا نام پکار رہا ہے۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور آخر کار دیکھا کہ وہ آواز ایک چھوٹے جھینگر کی ہے جو مکڑی کے جال میں پھنسا ہے۔ تھکے ہونے کے باوجود شہزادہ پرتاپ نے جالے کو اچھی طرح ہٹایا اور چھوٹے سے کیڑے کو آزاد کیا۔ جھینگر نے کہا۔ "پیارے اجنبی۔ حالاں کہ میں بہت چھوٹا ہوں۔ لیکن ایک دن تمہارے احسان کا بدلہ چکاؤں گا۔ اگر کبھی تمہیں میری ضرورت ہو، صرف یہ کہنا"۔ اور اس نے شہزادے کے کان میں سرگوشی کی۔

آخر کار شہزادہ بوڑھی عورت کی جھونپڑی میں جا پہنچا، لیکن اسے پانے میں ناکام رہا کیوں کہ دروازہ بند تھا۔ وہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا اور غش کھا کر وہیں چوکھٹ پہ گر پڑا۔

اتفاق سے بوڑھی عورت زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو اسے شہزادے کی بری حالت دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ اس نے اسے پنکھا جھلا اور پینے کے لیے کچھ دیا۔

جب وہ کسی لائق ہوا تو شہزادہ پرتاپ نے اسے تمام کہانی سنائی۔ بوڑھی عورت نے جو اسے بہت چاہتی تھی، دلاسہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی۔

اس نے کہا۔ "میرے پیارے بیٹے۔ اتنا اداس مت ہو۔ میں تمہاری مدد کے لیے ہر ممکن

کوشش کروں گی۔ اپنی ہمت کی بنا پر تم انہیں جیتنے میں یقیناً کامیاب ہو جاؤ گے۔ میری باتیں دھیان سے سنو۔

کل صبح سویرے تم اسی تالاب پہ جاؤ جہاں تم نے پہلی مرتبہ اندر کی لڑکی کو دیکھا تھا۔ ایک سنیاسی کی طرح بیٹھ جاؤ اور اپنی چاروں بیویوں کے متعلق غور و فکر میں منہمک ہو جاؤ۔ وہ ہر روز وہاں سے گزرتی ہیں۔ وہ تم پر ضرور ترس کھائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سب تمہیں چاہتی ہیں۔

اگلی صبح نوجوان شہزادے نے بوڑھی عورت کی دعاؤں سے ایک پیڑ کے نیچے اپنی جگہ بنائی جہاں وہ چالیس دن اور چالیس رات بیٹھا رہا۔ ہر دن وہ خوبصورت پریوں کو اس راستے اور تالاب سے ہو کر گزرتے ہوئے دیکھتا۔ انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ جب وہ دن بدن کمزور ہوتا گیا۔ اس نے سوچا۔ "میں نے اتنے دن ان پریوں کے بارے میں سوچ کر بے کار گزارا ہے۔ اگر میں نے اس کے بجائے ایشور سے دعا کی ہوتی تو اس نے ضرور میری التجا قبول کر لی ہوتی۔ اب میرے مرنے کا وقت آ گیا ہے کیوں کہ میری طاقت جواب دینے لگی ہے جب تک میری جان نکل نہیں جاتی ہے۔ مجھے خدا کے بارے میں سوچنا چاہیے جس نے ہم سب کو بنایا ہے"۔

اس نے کہا" اے کائنات کے محافظ مجھے میرے گناہوں کے لیے معاف کردے، میری حفاظت کر کہ اب میں مر رہا ہوں"۔ جیسے ہی اس نے کہا، اسے سخت غشی آگئی۔

پریاں جو وہاں نہار ہی تھی۔ انہوں نے آہیں سنیں اور دوڑ کر اس کے پاس آگئیں۔ اس کے چہرے پر پانی چھڑکا اور بہت سی دعائیں کرنے کے بعد اس کو بچالیا۔ جب وہ دوبارہ ٹھیک ہوگیا، اس نے ظالمانہ برتاؤ کے لیے ان لوگوں کو بہت برا بھلا کہا۔

تب اندر، ورون، کار کوٹکا اور اگنی کی لڑکیوں نے نرمی سے کہا۔ "پیارے شوہر! ہم ہمیشہ رہنے والی پریاں ہیں اور اس طرح ہم فنا ہونے والی مخلوق سے شادی نہیں کر سکتے۔ ایک بددعا کی وجہ سے ہم کچھ دنوں کے لیے زمین پر رہنے کے لیے مجبور ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہم نے آپ کو چھوڑ دیا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہمیں بھول جائیں۔

شہزادہ پرتاپ غصے سے آگ بگولا ہوگیا۔ "تم لوگوں نے مجھے مر جانے کیوں نہیں دیا۔ اب جب کہ تم لوگوں نے مجھے دوبارہ سے زندگی بخشی ہے، اس لیے تم لوگ مجھے چھوڑ کر فرار نہیں ہو سکتیں۔ یقیناً ایک بیوی ایسی حالت میں شوہر کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔

پریاں جو واقعی شہزادے کو چاہتی تھیں، ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کیا جائے۔ انہوں نے کچھ دیر سوچا، پھر اندر کی لڑکی نے کہا۔ "ہم آپ کو اپنے ساتھ سورگ میں اپنے والد کی عدالت میں لے جائیں گے۔ اگر آپ ہمیں اپنے ساتھ رکھنے کے لیے انہیں مطمئن کرپائے تو آپ کی خواہشیں پوری ہوجائیں گی اور ہم پھر آئندہ کبھی آپ کو دھوکا نہیں دیں گے۔

شہزادہ فوراً تیار ہوگیا اور پریاں اسے اندر کے دربار میں لے گئیں۔ جب وہ بھگوان اندر کے روبرو کھڑا ہوا تو شہزادہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ اندر نے خوش اخلاقی سے دریافت کیا کہ کہ وہ کیا چاہتا ہے پرتاب نے جواب دیا۔ "میرے بھگوان! میں نے آپ کی لڑکی سے شادی کی ہے اور اس کے بعد اس کی بہنوں سے بھی"۔ اور پھر اس نے پوری کہانی اسے سنادی۔ ایک واقعہ بھی نہیں چھوڑا۔

جو کچھ اس نے کہا اندر اس کی ایمانداری اور ہمت سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور فوراً اس کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ارادہ ظاہر کیا۔ حالاں کہ وہ اس بات کے لیے رضامند نہ ہوا کہ فنا ہونے جانے والا انسان اتنی آسانی سے اس کی امر شہزادیوں کے ساتھ شادی کر لے۔ اس لیے اس نے کہا۔ "شہزادہ جگتل پر تاپ۔ میں نے تمہار کہانی سنی، لیکن اگر تم امر شہزادیوں سے شادی کے خواہش مند ہو تو ہماری مرضی کے مطابق تمہیں تین امتحانات سے گزرنا ہوگا۔

شہزادہ تیار ہو گیا کیوں کہ وہ کسی بھی حال میں شہزادیوں کو دوبارہ نہیں کھونا چاہتا تھا۔

اس دن اندر نے اپنے آدمیوں سے ایک ایکڑ زمین کھودنے کے لیے کہا۔ اس میں تل کے ہزاروں دانے بکھیر دیے گئے اور اسے سینکڑوں مرتبہ جوت دیا گیا۔ تب اس نے شہزادے سے کہا کہ وہ تل کے سارے دانوں کو اکٹھا کرے اور یہ سب کرنے کے لیے اسے صرف ایک رات کا وقت دیا گیا۔

شہزادہ بری طرح تھک گیا تھا کیوں کہ یہ نصف شب کا وقت تھا۔ تب اس نے جان لیا کہ یہ ایک ناممکن کام ہے۔ وہ ہار ماننے والا تھا کہ اسے اپنی دوست چیونٹیاں یاد آئیں اور اس نے انہیں پکارا۔ "انار درختوں کے پھول اور ایک نیم کا پیڑ۔ چیونٹی چیونٹی مجھے یاد کرو"۔

اچانک کروڑوں چیونٹیوں کی جھنڈ میدان میں آگئے۔ چند ہی لمحوں میں تل کے تمام دانے چن کر ایک ڈھیر میں صفائی کے ساتھ جمع کردیے گئے۔ اگلی صبح اندر بہت خوش ہوا کہ کام مکمل ہو چکا ہے۔

اس نے جان لیا کہ شہزادہ نہ صرف خوبصورت ہے بلکہ چالاک بھی ہے۔ جب شام ہوئی تو اندر شہزادے کو ایک کنویں میں لے گیا جو کہ ناگ سانپوں سے بھرا تھا۔ اور وہاں اپنی انگوٹھی پھینک دی۔ "اگر صبح ہونے تک تم یہ انگوٹھی لے آؤ تو تم دوسرے امتحان میں بھی پاس ہو جاؤ گے"۔ اس نے کہا۔

شہزادے نے اپنی تلوار سنبھالی اور کنویں کے اوپر چڑھ گیا اور سانپوں کو ختم کرنے لگا۔ لیکن افسوس کہ جب وہ کسی سانپ کو مارتا، پھر سے ہزاروں سانپ وجود میں آجاتے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ ان کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا اس نے اپنے مینڈک دوست کو یاد کیا۔

"سبز تالاب۔ میں بسنے والے مینڈک، مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے"۔ جیسے ہی اس نے کہا کنویں کے تمام کونوں سے ہزاروں مینڈک نکل آئے لیکن سانپ ان کے لیے زیادہ مضبوط تھے۔ اس کے باوجود وہ مینڈک جس کی جان شہزادے نے بچائی تھی، کنویں میں کود پڑا اور اندر کی انگوٹھی لے آیا۔ اس طرح شہزادہ دوسرے امتحان میں بھی کامیاب ہو گیا۔

تیسری صبح اندر، شہزادے کو ایک خوبصورت کمرے میں لے گیا۔ اس نے ایک پردے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا "پردہ ہٹاؤ اور اسی وقت ہاتھ پکڑ کر میری لڑکی کو لے جاؤ"۔

شہزادہ خوش خوش آگے بڑھا اور اس نے تیزی کے ساتھ پردہ ہٹایا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ چاروں شہزادیاں اندر کی لڑکی کی طرح لگ رہی تھیں۔ اس نے کافی دیر تک غور سے سوچا اور پھر اپنے دوست جھینگر کو یاد کیا۔ زمین بھی سوکھی گھاس بھی سوکھی، اے گھاس کے جھینگر آج کا دن تمہارا ہے۔

جب جھینگر آیا، شہزادہ نے سرگوشی کی۔ "ننھے منّے دوست برائے مہربانی اندر کی لڑکی کے پیر پر اچھل کود کرو تاکہ میں اسے پہچان لوں"۔

جھینگر نے ایسا ہی کیا اور شہزادے نے اسے ہاتھ سے الگ کر لیا۔

10

سورگ اور دھرتی دونوں جگہ غضب کا جشن منایا گیا اور ہر ایک نے بہادر نوجوان شہزادے کو پسند کیا۔ پرتاپ اور اس کی چاروں شہزادیاں انمول تحفوں کے ساتھ سورگ سے رخصت ہوئے۔ شہزادہ پہلے بوڑھی عورت کے پاس پہنچا اور اس کا شکریہ ادا کیا جس کی مہربانیوں کو وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ ایک بار پھر جنگل میں جادو کی نگری آباد ہو گئی اور وہ کبھی تباہ نہیں ہوئی۔

شہزادہ جکتل پرتاپ، ماں، باپ، بھائیوں اور چاروں آسمانی دوشیزاؤں کے ساتھ آج سے ہمیشہ کے لیے ہنسی خوشی سکون کے ساتھ زندگی گزارنے لگا۔